قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّىٰ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

ماھنامہ

المرشد

لاہور

تصوف کیا نہیں

تصوف کے لیے نہ کشف و کرامات شرط ہے نہ دنیا کے کاروبار میں ترقی دلانے کا نام تصوف ہے نہ تعویذ گنڈوں کا نام ہے نہ جھاڑ پھونک سے بیماری دور کرنے کا نام تصوف ہے، نہ مقدمات جیتنے کا نام تصوف ہے، نہ قبروں پر سجدہ کرنے ان پر چادریں چڑھانے اور چراغ جلانے کا نام تصوف ہے اور نہ آنے والے واقعات کی خبر دینے کا نام تصوف ہے، نہ اولیاءاللہ کو غیبی ندا کرنا، مشکل کشا اور حاجت روا سمجھنا تصوف ہے، نہ اس میں ٹھیکیداری ہے کہ پیر کی ایک توجہ سے مرید کی پوری اصلاح ہو جائے گی اور سلوک کی دولت بغیر مجاہدہ اور بدون اتباع سنت حاصل ہو جائے گی۔ نہ اس میں کشف و الہام کا صحیح اترنا لازمی ہے اور نہ وجد و تواجد اور رقص و سرود کا نام تصوف ہے۔ یہ سب چیزیں تصوف کا لازمہ بلکہ عین تصوف سمجھی جاتی ہیں حالانکہ ان میں سے کسی ایک چیز پر تصوف اسلامی کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ یہ ساری خرافات اسلامی تصوف کی عین ضد ہیں۔ (دلائل السلوک)

اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور

ماہنامہ

المرشد لاہور

سی. پی. ایل. نمبر ۳

جلد ۱۹ شعبان ۱۴۱۸ھ بمطابق جنوری ۱۹۹۸ء شمارہ ۶

مدیر: تاج رحیم ★ سرکولیشن مینجر: رانا جاوید احمد

اس شمارے میں

		صفحہ نمبر
اداریہ	ایڈیٹر	۳
فیوضات و برکات نبوی ﷺ	مولانا ملک محمد اکرم اعوان	۵
صالح عمل	"	۱۰
کفر کے خلاف جہاد	"	۲۶
صحابہ کرامؓ اور شوقِ شہادت	آصف محمود	۳۳
تعاون	مولانا ملک محمد اکرم اعوان	۳۹

ناشر: پروفیسر حافظ عبدالرزاق :

انتخاب جدید پریس لاہور
فون: ۶۳۱۴۳۶۵

پتہ: ماہنامہ المرشد۔ ادیسیہ سوسائٹی: کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور: ۵۱۸۰۴۶۷

اللہ پاک ہے اور پاک چیز کو پسند کرتا ہے

سب سے پہلی بات جو بنیادی طور پر غور طلب ہے وہ یہ ہے کہ اللہ ہے کون؟ کیا ہماری کبھی اس سے ملاقات ہوئی ہے یا بات ہوئی ہے۔ اگر نہیں اور یقیناً" نہیں تو ہمیں کس نے بتایا کہ اللہ کوئی ہستی ہے۔ جس نے یہ بتایا وہ ہمارا سب سے بڑا محسن ہے اور وہ ایسا ہے جسے دشمن بھی سچا اور امین کہتے تھے۔ اور اس نے اللہ سے ملاقات بھی کی اور بات بھی کی۔ لہٰذا ہم نے اس ان دیکھے اللہ کو مان لیا۔ مگر اس نے صرف یہی تو نہیں بتایا کہ اللہ ایک ہستی ہے بلکہ اس نے یہ بھی بتایا تھا اللہ وہ ہستی ہے جو اس ساری کائنات کا خالق بھی ہے اور رازق بھی ہے اور اس کا منتظم بھی۔ یعنی مدبر کائنات بھی ہے۔ ظاہر ہے کہ جب وہ اتنی عظیم ہستی ہے تو اس کا ہر وصف اور ہر بات بھی اتنی ہی عظیم ہے۔

اب یہی بات جو آج زیر بحث ہے کہ اللہ پاک ہے اور پاک چیزوں کو پسند کرتا ہے یہ بھی اسی محسن کائنات نے بتائی ہے جس نے اللہ کی ذات سے ہمیں آشنا کیا۔ ظاہر ہے یہ بھی کوئی عظیم بات ہے۔ آیئے اس کا تجزیہ کریں۔

(۱) سب سے پہلے یہ دیکھیں کہ اللہ پاک ہے کا مطلب کیا ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تمام عیبوں سے' تمام نقائص سے پاک ہے اس میں کوئی عیب نہیں' کوئی نقص نہیں' کوئی کمزوری نہیں اور ہر خوبی جس کا تصور کیا جا سکتا ہے اس میں موجود ہے۔

(۲) دوسری بات کہ وہ پاک چیزوں کو پسند کرتا ہے۔ تو یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہمیں یہ بات کیوں بتائی گئی ہمارا اس کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ تو سنیے محسن کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتایا کہ اللہ کی اس کائنات میں بیشمار قسموں کی مخلوقات موجود ہے مگر اللہ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور اسے کرہ ارض پر اپنا نائب بنا کے بھیجا۔ ظاہر ہے کہ نائب کو اصل حاکم سے کوئی مناسبت ہونی چاہئے۔ اس لئے محسن کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ تخلقوا باخلاق الله یعنی اپنے مرتبے کے مطابق اپنے اندر وہ صفات پیدا کرو جو اللہ کی ہیں اور اللہ کو پسند ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ یہ محض ایک بات نہیں ہے جو بس کہنے کے لئے کہہ دی گئی ہے۔ بلکہ یہ ایک حکم ہے۔

(۳) اب یہ دیکھنا ہے کہ پاک چیزوں سے کیا مراد ہے۔ لفظ پاک ایک کلی مشکک (Relative Term) ہے۔ ہر مذہب اور ہر آدمی پاک سے مراد وہ لیتا ہے جو اسے پسند ہے۔ مثلاً" ہندو گائے کے گوبر کو پاک سمجھتا ہے۔ اسی طرح کوئی گانے کو' کوئی ناچ کو پسند کرتا ہے اس لئے وہ اسی کو پاک سمجھتا ہے۔ تو یہاں پاک چیزوں سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کو اللہ کریم پاک بتلاتا ہے اور جو اسے پسند ہیں ان چیزوں کو بیان اس نے اپنی آخری کتاب یعنی قرآن کریم میں بیان کر دیا اور محسن کائنات سے اس کی تشریح قول اور عمل سے کر دی ہے۔ لفظ پاک کی تشریح تو ہو گئی مگر چیزوں سے کیا مراد ہے۔ تو یہ لفظ بڑے وسیع معنوں کا حامل ہے۔ اس کے معنوں میں صرف وہی چیزیں نہیں آئیں جو حواس خمسہ کے دائرے میں آتی ہیں۔اس کے دائرے میں تو مجردات یعنی abstract چیزیں بھی آتی ہیں۔

(۱) سب سے پہلے اللہ کو پسند یہ ہے کہ انسان کا دل پاک ہو دل کی نجاستیں بیشمار ہیں۔ مثلاً" شرک' بدعت' تکبر'

ریا، غیبت، حسد، کینہ وغیرہ۔

جس دل میں ان میں سے کوئی ایک نجاست بھی ہو اللہ کو وہ دل ہرگز پسند نہیں۔ اس کی جگہ وہ بندے کے دل میں توحید کا جذبہ، سنت رسولؐ سے محبت، تواضع، اخلاص، خیر خواہی اور اخوت و محبت کے جذبہ کو پسند فرماتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جس کے پہلو میں ایسا دل ہے اللہ کو وہ بندہ پسند ہے کیونکہ وہ واقعی اللہ کا بندہ ہے ورنہ بندوں کی شکل میں حیوان بستے ہیں کہ کوئی دولت کا بندہ ہے، کوئی شہرت کا پجاری، کوئی فرعونیت میں مست ہے۔ غرض اللہ کے بندے کم ہی ملتے ہیں۔

(۲)جب دل پاک ہو تو سوچ بھی پاک ہی ہوتی ہے۔ عمل بھی پاک ہوتا ہے۔ اعضاء پلیدی کی طرف اٹھنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ ہر وہ حقیقت ہے کہ محسن کائناتؐ نے فرمایا:

"جسم انسانی میں ایک ٹکڑا ہے اگر وہ سدھر گیا تو سارا نظام سدھر گیا وہ بگڑا تو سارا نظام بگڑ گیا۔ کان کھول کر سن لو وہ دل ہے دل۔

جب دل پاک ہو گیا تو اس کا اثر کیا ہو گا۔

(۱) سب سے پہلے انسان اپنے عقائد اور نظریات کا جائزہ لے گا اور ہر وہ بات دل میں جما لے گا جو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائی اور ہر وہ عقیدہ دل سے نکال دے گا۔ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ سکھایا نہ پسند فرمایا۔

(۲) پھر وہ اپنا معاملہ اپنے رب سے کھرا کرنے کی کوشش کرے گا وہ یوں کہ ہر وہ عبادت جو اللہ نے اپنے بندوں کے لئے ضروری قرار دی ہے وہ پابندی سے، محبت سے اور وثوق سے کرے گا۔ جسے حقوق اللہ کہتے ہیں۔

(۳) پھر وہ مخلوق سے معاملہ کھرا رکھے گا۔ یعنی دوسروں سے معاملات درست رکھے گا امانت، دیانت، صداقت، محبت اور اخوت کے اوصاف اپنائے گا۔ دھوکہ وغیرہ سے اپنے عمل کو پاک کرے گا اسے حقوق العباد کہتے ہیں۔

(۴) پھر وہ اپنی ذات کا خوب جائزہ لے گا۔ کیا اس کے اخلاق وہ ہوں جو اللہ کو پسند ہیں۔ اس کے لئے اللہ نے ایک آئیڈیل اور نمونہ خود بتا دیا ہے۔ فرمایا "تمہارے لئے بہترین نمونہ میرا رسول ہے۔" اخلاق ہوں یا معاملات بس میرے رسول کے نقش قدم پر چلتے جاؤ۔ تم میرے پسندیدہ بندے بن جاؤ گے۔

معلوم ہوا کہ اصل اور بنیادی بات دل کو پاک کرنا ہے یہ پاک ہو جائے تو آدمی اپنا بدن، لباس، خوراک اپنے کی جگہ اور عملی زندگی کا ہر کام اس انداز سے کرے گا کہ اس میں پاکیزگی کا عنصر صاف جھلکتا نظر آئے گا۔

آخر میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دل کو پاک کرنے کی بھی کوئی تدبیر ہے۔ کوئی Get Through guide ملنی چاہئے تو اللہ نے اس کا انتظام بھی فرما دیا ہے اور ایک مختصر اور جامع گائیڈ لائن دی ہے۔ فرمایا "لا بذکر اللہ تطمئن القلوب یعنی کان کھول کر سن لو۔ دل کو اطمینان اور دل کی صفائی صرف اور صرف اللہ کی یاد سے ہوتی ہے اور یہ بات جب ہے کہ آدمی عملاً" کہہ اٹھے۔

نہ غرض کسی سے نہ واسطہ مجھے کام اپنے ہی کام سے
تیرے ذکر سے تیری فکر سے تیری یاد سے تیرے نام سے

سچ کہا اقبال نے۔

نفس دارد و لیکن جاں ندارد
مسلمانے کہ بے اللہ ہو زیست

(سانس لے رہا ہے لیکن اندر روح نہیں وہ مسلمان جو ذکر الہٰی کے بغیر زندہ ہے)۔

تاج رحیم

فیوضات و برکات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا محمد اکرم اعوان

جس قدر رحمت باری دنیا میں تقسیم ہوئی ہے اس کا ذریعہ اور سبب اللہ کریم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیں دو طرح کا فیضان بفضل اللہ نصیب ہے۔ ایک علوم ظاہرہ اور ایک کیفیات باطنی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے پاس احکام شرعی کوئی نہیں تھے۔ ہم نے ساری کی ساری شریعت اسی طرح سے پائی ہے کہ صحابہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کی ان سے تابعین نے ان سے تبع تابعین نے اور اسی طرح "نسلاً بعد نسلاً" یہ امانت منتقل ہوتی چلی آئی اور بفضل اللہ آج ہمارے پاس ہے اور ہم سے جہاں تک خدا چاہے گا آگے پہنچائے گا تو کیا وجہ ہے کہ یہی پانچ نمازیں پڑھ کر اور یہی عبادات اور یہی فرائض و سنت ادا کر کے وہ ان بلندیوں کو پا گئے جنہیں ان کے علاوہ کوئی نہ پا سکا تو اس کی وجہ ان کے صحابی بننے کی وجہ صرف اور صرف صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ نے ان کے دلوں میں کوئی ایسی کیفیت در آئی تو انہیں کا خاصہ ہے تو جس طرح سے علوم ظاہری کو خداوند عالم نے جاری و ساری رکھا اسی طرح سے کمالات باطنی بھی جاری و ساری ہیں اور جاری و ساری رہیں گے۔ یہ اور بات ہے کہ جن لوگوں نے براہ راست حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کر لیے ان کا مقام اور ہے۔ جنہوں نے ان سے اخذ کیے ان کا مقام اور ہے اور جنہوں نے آگے چل کر ان سے اخذ کیے ان کا مقام اور ہے۔ اپنا اپنا درجہ ہے، اپنا اپنا مقام ہے، اپنی اپنی حیثیت ہے اور ورنہ تو اس عالم میں جسے جتنا قرب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حاصل ہے۔ اتنا ہی وہ خوش نصیب ہے۔ اتنا ہی وہ معز و مکرم ہے۔ کوئی روٹیاں بیچنے والا گزر رہا تھا تو کسی نے پوچھا کہ روٹی تازہ ہے تو اس نے کہا تازہ بھی ہے باسی بھی ہے۔ پوچھا بھاؤ کیا ہے تمہارے بیچنے کا تو کہنے لگا تاز روٹی دو آنے میں بیچتا ہوں اور باسی چار آنے میں۔ اس نے کہا بابا تم عجب سوداگر ہو باسی روٹی تو لوگ سستی د کرتے ہیں اور تم تازہ سے دوگنا قیمت پر بیچتے ہو کہنے اپنا اپنا خیال ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ باسی روٹی ہے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے تازہ رو کی نسبت قریب تر ہے۔ اس لحاظ سے یہ قیمت زیا رکھتی ہے تو جتنا جتنا کسی کو قرب حاصل ہے حضور اک صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ حتیٰ کہ حدیث شریف میں ہے کہ "زمانوں میں سے بہترین زمانہ وہ ہے جسے حض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف رکھنے کا شر حاصل ہے اور ممالک میں سے وہ ملک، شہروں میں سے وہ شہر، زبانوں میں سے وہ زبان، تہذیب وتمدن ا معاشرت میں سے وہ معاشرت، انسانوں میں سے وہ انسا سواریوں میں سے وہ سواریاں، لباسوں میں سے وہ لبا جنہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راس

نسبت ہے وہ کائنات میں سے افضل ترین ہے۔ اب یہ ظاہر و باطن دو علیحدہ علیحدہ راستے نہیں ہیں یہ بھی ایک غلط فہمی ہے کہ ظاہر اور شے ہے اور باطن اور شے ہے۔ یہ بے دینی ہے یہ دین نہیں ہے۔ بلکہ ظاہر وہ ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قولاً" اور فعلاً" یا پسند فرما کے یا کرنے کا حکم دیا یا کسی کو کرتے دیکھ کر پسند فرمایا اور باطن اس کیفیت کا نام ہے جو ظاہراً" حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے کے ساتھ ساتھ کسی ایسے شخص سے حاصل کی جائے جو اس کیفیت کا امین ہو جس طرح علوم ظاہرہ کے لیے ہمیں کسی استاد کی خدمت میں پڑتی ہے کسی کتاب کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ اسی طرح کیفیات باطنی کو حاصل کرنے کے لیے کیونکہ یہ الفاظ کتابوں میں نہیں آئے۔ ان کے لیے کوئی لفظ وضع نہیں ہوا تو ان کیفیات کو حاصل کرنے کے لیے بھی ہمیں ان سینوں سے' ان دلوں سے ان کیفیات کو حاصل کرنا پڑتا ہے۔ جو ان کے امین ہیں اور جس طرح آپ دیکھتے ہیں کہ علوم ظاہرہ میں ہمیشہ وہ لوگ کامیاب ہوئے جو گھروں سے جدا ہو گئے عزیز و اقارب کو چھوڑ بیٹھے اوقات کو کلی طور پر ان کی نذر کر دیا مدرسوں میں پریشان حالی میں وقت گذارا اور عمر عزیز کے دس' بارہ' پندرہ سال جو ہیں بہترین جوانی کا جو وقت ہے اسے وہ مدرسوں کی نذر کر آئے تب جا کر انہیں کوئی بات کرنے کا سلیقہ آیا تو باطنی کیفیات تو اس سے زیادہ لطیف تر اور اس سے زیادہ قیمتی ہیں یہ اس سے زیادہ محنت یہ اس سے زیادہ ایثار اس سے زیادہ قربانی اور اس سے زیادہ توجہ چاہتی ہے وہاں تو بات ہے کہ دس سال بارہ سال پندرہ سال کسی نے لگا لیے تو وہ مفتی یا مولوی تو بن ہی بیٹھتا ہے اب اگر خدا ناخواستہ وہ اگر صحیح کردار کا مالک نہ بھی رہے تو وہ الفاظ جو اس نے رٹ لیے اس کا کوئی نہ کوئی حصہ تو اس کے ذہن میں رہے گا ہی

اور اس کی وہ مولویت تو چلتی رہے گی لیکن یہ کیفیات باطن ایسی ہیں کہ جب اور جہاں سے ڈور ٹوٹی کیفیت غائب ہو گئی۔ کیونکہ کوئی ایسی بات تو نہیں کہ کوئی لفظ ہو اور ذہن میں بیٹھ جائے یہ تو کیفیت ہے اور کیفیت ہمیشہ طبیعت کے بدل جانے سے بدل جایا کرتی ہے۔ جس طرح خوشی میں اور کیفیت ہوتی ہے اور غصہ آ جائے تو اور کیفیت ہو جاتی ہے اب آپ نہیں روک سکتے کہ جو حالت دل کی خوشی کے وقت تھی غصے میں بھی وہی رہے اس پر آپ قادر نہیں ہو سکتے۔ وہ تو ایک کیفیت تھی جو خوشی سے متعلق تھی تو جب خوشی دل سے رخصت ہو گئی اور دل میں غضب آ گیا تو کیفیت بھی غضب کی آ گئی۔ اسی طرح نیکی یا تقویٰ یا اتباع شریعت یا تعلق شیخ کے ساتھ جہاں سے ٹوٹا وہاں سے کیفیت بدل گئی خواہ وہ کیفیت آپ نے کتنا عرصہ برقرار رکھی ہے۔ ایک آدمی بیس سال پچیس سال خوش رہے تو جیسے ناراضگی آئے گی وہ خوشی کی کیفیت اڑ جائے گی اور ناراضگی کے رنگ میں اسے رنگ دے گی تو چونکہ یہ جو کیفیات ہوتی ہیں یہ دل کی ایک حالت ہوتی ہے۔ ایک خاص انس حاصل کرتا ہے دل۔ تو جب تعلق ٹوٹتا ہے شریعت کے ساتھ یا ان لوگوں کے ساتھ جن سے اس نے وہ کیفیت حاصل کی ہے تو یہ کیفیت چھن جاتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جس طرح شریعت ظاہرہ ہمیں اپنے متقدمین سے اپنے آباؤ و اجداد سے' اپنے سے پہلوں سے حاصل کی ہے۔ انہوں نے اپنے پہلوں سے' انہوں نے اپنے سے پہلوں سے اور اس طرح یہ چلتے چلتے صحابہ اکرام رضوان اللہ تعالیٰ و اجمعین تک پہنچتی ہے اور جب ان سے پوچھا جائے کہ آپ نے اسے کہاں سے حاصل کیا تو فرماتے ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تو اس طرح یہ سلسلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک جا پہنچتا ہے۔ اب اس

جس طرح سے علوم ظاہری کو خداوند عالم نے جاری و ساری رکھا اسی طرح سے کملات باطنی بھی جاری و ساری ہیں اور جاری و ساری رہیں گے۔ یہ اور بات ہے کہ جن لوگوں نے براہ راست حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کر لیے ان کا مقام اور ہے۔ جنہوں نے ان سے اخذ کیے ان کا مقام اور ہے اور جنہوں نے آگے چل کر ان سے اخذ کیے ان کا مقام اور ہے۔

میں توقف ہے ہم اس میں کمی زیادتی کرنے کے مجاز نہیں ہیں۔ توقف سے مراد ہے کہ ہم اپنی طرف سے کوئی قدم نہیں اٹھا سکتے۔ جو بات وراثتاً" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم تک پہنچی ہے وہی دین ہے۔ اس میں سے اگر ہم کوئی چیز کم کر دیں تو دین نہ رہے گا اور اگر کوئی چیز زیادہ کر دیں تو دین نہ رہے گا آپ ایک معمولی سی بات سے اندازہ کریں کہ فجر کی دو رکعت ہیں ہم نے دو رکعت پڑھی تو اگر تین پڑھ لیں تو کیا حرج ہے یا چار پڑھ لیں تو تیسری اور چوتھی رکعت میں بھی تو سورۃ فاتحہ ہو گی' قرآن کریم پڑھیں گے رکوع و سجود ہو گا تو بجائے دو رکعت کے چار رکعت میں رکوع زیادہ ہو گا سجدے زیادہ ہوں گے۔ تسبیحات زیادہ ہوں گی' وقت مناجات میں زیادہ گزرے گا تو چاہیے تھا کہ اس پہ بہت زیادہ ثواب ہو جاتا لیکن اگر آپ فقہاء سے پوچھیں تو فرمائیں گے کہ تمہاری دو بھی نہیں ہوئیں اور یہ زیادتی کرنے کا وبال یا گناہ تمہارے سر ہے۔ نماز تو ادا ہی نہیں ہوئی۔ نماز تو تم نے پڑھی ہی نہیں تو یہ چار رکعت کیا ہیں۔ نماز کے لیے یا عبادت کے لیے وہ حدود و قیود شرط ہیں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائیں۔ ہم اپنی طرف سے نہیں کر سکتے نہ دو کی تین نہ دو کی ڈیڑھ وہی رکوع و سجود' وہی آداب' وہی وضو' وہی طریقہ اور اسی کی طرح سے پوری کی پوری اسی اتباع کے ساتھ ادا ہو گی۔ تب نماز نماز ہو گی حتی کہ یہاں تک سمجھ لیں کہ کوئی رفع حاجت کے لیے جاتا ہے پیشاب کے لیے بیٹھتا ہے اور وہ

یہ سوچتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے تھے' دعا کون سی پڑھتے تھے' پہلے کونسا قدم رکھتے تھے' رخ انور کس طرف کر کے بیٹھتے تھے' کس طرح سے بیٹھتے تھے اور پھر کس طرح سے استنجا کرتے تھے پھر اٹھتے کس طرح تھے' واپس کس طرح آتے تھے تو یہ گن لیں کتنی سنتیں ہو گئیں۔ تو اس طرح سے اسے گویا اس قدر سنتیں ادا کرنے کا ثواب حاصل ہو گیا لیکن اگر کوئی نماز پڑھتا ہے اور وہ خلاف سنت ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت نہیں تو [illegible] فرق ہے [illegible] شریعت میں [illegible] خلاف چنے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ عید کے دن عید گاہ تشریف لائے تو کوئی شخص نوافل پڑھ رہا تھا تو کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے دن فجر کی نماز کے بعد عید کی نماز سے پہلے کوئی نفل ادا نہیں فرمائے اس لیے عید کے روز نوافل نہیں پڑھنے چاہئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دیکھا تو سخت غصہ آیا اور فرمایا یہ شخص کیا کرتا ہے۔ فارغ ہوا تو کہنے لگا حضرت نماز پڑھ رہا تھا فرمایا تجھے دوزخ لے جانے کے لئے تیری یہ نماز کافی ہے۔ حضرت میں نماز پڑھتا ہوں اور آپ یہ کہہ رہے ہیں۔ فرمایا تو اس وقت میں پڑھ رہا ہے جب محمد رسول اللہؐ نے نہیں پڑھی۔ تو اس طرح سے دین میں توقف ہے اور دین محمد رسول اللہ سے ہمیں ملا ہے ہم اپنی طرف سے نہ اس میں کوئی بات داخل کر سکتے ہیں نہ گھٹا سکتے ہیں پھر ہمارے پاس چار آئمہ کی فقہ ہے۔ حلال و حرام' جائز و ناجائز'

حقائق میں تقلید نہیں ہو گی تقلید ہوتی ہے احکام میں تو احکام ہمارے پاس چار آئمہ کی وساطت سے پہنچتے ہیں۔ چاروں آئمہ برحق ہیں۔ اصول میں چاروں متفق ہیں۔ فروعات میں اپنا اپنا اجتہاد ہے اور اپنی اپنی سمجھ کے مطابق عمل کیا جاتا ہے اب اگر کوئی شخص چاہے کہ کسی بات میں تو وہ امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کی تقلید کر لے کسی دوسری بات میں وہ امام مالک سے فتویٰ لے لے تو اسے فقہاء جائز نہیں رکھتے اگرچہ چاروں برحق ہیں لیکن فروعات میں چاروں میں جو تھوڑا تھوڑا اختلاف ہے آپ چاروں میں سے جس ایک کی تقلید کر رہے ہیں اس ایک پر مکمل طور پر چلیں اگر آپ ایک بات ایک سے' دوسری دوسرے سے' تیسری تیسرے سے' تو گویا آپ نے کسی کی بھی تقلید نہیں کی اسی طرح سے سلاسل اولیاء اللہ **بھی ہمارے پاس مختلف طریقوں سے پہنچتے ہیں فیض وہی ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا' طریقہ ذکر یہ** مقصد نہیں ہے یہ ذریعہ ہے' ذرائع مختلف ہیں ذکر کرنے کا طریقہ کسی کا کچھ ہے دوسرے کا اس سے قدرے مختلف ہے۔ منزل ایک ہے گویا رستے اپنے اپنے ہیں تو اس طرح سے ہم جس سلسلے میں منسلک ہو جاتے ہیں ہم پہ ضروری ہو جاتا ہے کہ سارے آداب پھر اسی سلسلے کے ملحوظ رکھیں ۔ یہ درست نہیں ہے کہ کوئی طریقہ کسی سلسلے سے اڑا لیں کوئی کسی سے کوئی کسی سے تو اس طرح سے گویا ہم نے کسی سلسلے سے بھی کچھ بھی حاصل نہیں کیا۔ اور ہم ہر طرف سے کٹ کر رہ گئے تو جس طرح احکام ظاہر میں ہمیں ان حضرات پر اعتماد کرنا پڑتا ہے ان کی بات پہ عمل کرنا پڑتا ہے اسی طرح سے یہ معاملہ اس سے نازک تر ہے طریقہ ہائے ذکر جو ہیں یہ ذرائع ہیں جس طرح عہد نبویؐ میں حج کے لئے ہوائی جہاز ار موٹریں نہ تھیں آج لوگ ہوائی جہازوں پر جاتے ہیں موٹروں پہ جاتے ہیں تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ یہ مقصد نہیں ہے مقصد وہاں پہنچنا اور ان عبادات کو بجا لانا ہے کونسی سواری سے جا رہا ہے یہ مقصد نہیں ہے اسی طرح طریقہ ذکر جو ہے یہ دل کو منور اور مجلد کرنے کے ذرائع ہیں مطلق ذکر جو ہے یہ فرض ہے اور اللہ کریم نے قرآن پاک میں جو آیات براہ راست اور جو آیات بالواسطہ ذکر پر ولالت کرنے والی ارشاد فرمائی ہیں وہ آٹھ سو سے زیادہ ہیں جن میں بعض میں براہ راست اور بعض میں بالواسطہ ذکر الٰہی کا حکم ہے تو مطلق ذکر الٰہی جو ہے یہ فرض ہے اب اس ذکر الٰہی میں نماز بھی ذکر الٰہی ہے' روزہ بھی ذکر الٰہی ہے' عبادات ساری ذکر الٰہی ہیں اور دنیا کا ہر کام ذکر ہے جو شریعت کے مطابق ہے خواہ وہ کھیتی باڑی ہو' تجارت ہو یا کوئی اور وہ سارے ذکر الٰہی میں شامل ہیں **اسی طرح سے کسی کا لین دین' دوستی' دشمنی ' صلح اور جنگ جو شریعت میں داخل ہے وہ ذکر میں داخل ہے۔** یہ عملی ذکر ہے پھر لسانی ذکر ہے جو لوگ تلاوت کرتے ہیں اللہ اللہ کرتے ہیں تسبیحات پڑھتے ہیں اور اس سے آگے قلبی ذکر ہے تو یہ سارے مختلف مدارج ہیں ذکر کے' ہیں سارے ہی ذکر۔ تو یہ مطلق ذکر کے ضمن میں داخل ہیں اب ذکر الٰہی کے لئے اس اخذ فیض کے لئے مشائخ بالا سے اس امانت کو حاصل کرنے کے لئے جو صحبت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے حاصل کی تھیں اپنے اپنے سلسلے کا طریقہ ذکر ہے اپنے اپنے سلسلے کا طریقہ مراقبہ ہے اپنے اپنے سلسلے کا اوراد و وظائف ہیں وہ سارے درست ہوں وہ سارے صحیح ہوں سارے باعث ثواب ہوں لیکن کوئی بھی طالب ہو اس کے لئے موزوں نہیں ہے کہ کوئی بات کہیں سے اڑا لے کوئی دوسری بات کہیں سے اور کوئی تیسری بات کہیں سے تو اس طرح سے کیا ہو گا گویا کہ وہ سارے سلسلوں سے محروم رہ جائے گا

: ہمارے اس سلسلے نقشبندیہ اویسیہ میں اس سلسلے کو اس اخذ فیض کے سلسلے کو اویسیہ اس لئے نہیں کہتے کہ ہمارے سلسلے میں حضرت اویسؒ ہیں بلکہ اخذ فیض کا طریقہ ہمارا وہ ہے جو حضرت اویس قرنیؒ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا انہیں صحبت جسمانی نصیب نہ ہوئی لیکن ایک کیفیت اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں ایسی پیدا کر دی کہ سوائے صحبت جسمانی کے جس قدر فیضان نبوی روح اویس قرنی نے روح پاک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا اس کے ناپنے کے لئے میرے اور آپ کے پاس کوئی پیمانہ نہیں ہے حتیٰ کہ دیکھ لیں کہ حضرت اویس تابعی ہیں لیکن اس قدر عزت ہے آقائے نامدار کے قلب اطہر میں ان کی کہ حضرت فاروق اعظمؓ سے فرمایا کہ کبھی اس طرف جاؤ تو اویس سے ملنا اور اسے میرا سلام بھی پہنچا دینا اور اس سے کہنا میری امت کے لئے دعا بھی کیا کرے۔ کہاں فاروق اعظمؓ اور کہاں یہ بات اور پھر حضرتؓ تشریف لے گئے انہیں تلاش کیا انہیں ملے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام پہنچایا اور پیغام پہنچایا کتنی عزت ہے اس شخص کی اور کتنا اس شخص کے مستجاب الدعوۃ ہونے کا عنداللہ مقرر ہونے کا کونسا ذریعہ تھا؟ وہ نسبت جو ان کی روح کو روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہو گئی تھی اس نسبت کا نام ہے نسبت اویسیہ اس کیفیت کا نام ہے اس نسبت کا نام ہے اس تعلق کا نام ہے نسبت اویسیہ تو خواجگان نقشبندیہ رحمتہ اللہ تعالیٰ میں سے جنھوں نے اس نسبت کو حاصل کیا وہ نقشبندیہ اویسیہ بزرگ کہلاتے ہیں تمام سلاسل سے جو ولی اللہ بھی منازل اولیاء میں پہنچتے ہیں ان سب نے نسبت اویسیہ حاصل کی منازل بالا بغیر نسبت اویسیہ کے طے ہو ہی نہیں سکتیں زیادہ سے زیادہ فنا و بقا سے سالک

المجذوبی تک پہنچیں گے اس سے آگے جب تک روح کو براہ راست آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض نہ پہنچے اس سے بالا روح پرواز نہیں کر سکتی۔ تو سلسلہ جس کے خادم ہم ہیں اور جس میں اللہ کریم نے ہم پر اپنا کرم فرمایا ہے کہ باوجود ہماری بدکاری و بد اعمالیوں کے ہماری نالائقیوں اور ہماری کمزوریوں کے اس نے اپنی رحمت و شفقت سے اور محض اپنی رحمت سے ہمیں جن بزرگوں سے متعلق فرما دیا ہے یہ سلسلہ اویسیہ نقشبندیہ کہلاتا ہے اس کے بھی اپنے طریقے ہیں اپنا ذکر ہے اپنے اوراد و وظائف ہیں جس طرح آپ حنفی ہیں تو آپ کو امام ابو حنیفہ ہی کا حکم ماننا پڑے گا اسی طرح اگر آپ اویسی نقشبندی ہیں تو آپ کو انہیں حضرات کا حکم ماننا پڑے گا تب جا کر بات بنے گی اور یہ صدق دل سے کرنا ہو گا خلوص قلب سے کرنا ہو گا چونکہ یہ کیفیات قلب سے متعلق ہیں اور جب قلب انکار کر دے گا تو قبول کون کرے گا۔ سلسلہ اویسیہ میں طریقہ ذکر پاس انفاس کا ہے اس کے علاوہ کوئی طریقہ ذکر ہمارے سلسلے میں نہیں ہے مثلاً" کوئی کہتا ہے کہ میں زبان سے کرتا ہوں تو ضرور کرے لیکن کسی ایسے سلسلے میں چلا جائے جو بزرگ زبان سے ذکر کراتے ہوں تاکہ کم از کم وہ ان سے تو مستفید ہو سکے۔ اسی طرح سے کوئی کہتا ہے کہ جی میں سانس سے تو اللہ اللہ نہیں کر سکتا کہ یہ سانس میں اللہ اللہ کرنا تکلیف ہے تو میں خیال سے کر لوں گا تو وہ بھی کٹ گیا سلسلے سے یہ اور بات ہے کہ کوئی آدمی قوی ہے صحت مند ہے وہ قوت سے سانس لے سکتا ہے کوئی بوڑھا ہے کمزور ہے' ضعیف ہے اس طاقت سے سانس نہیں لے سکتا آہستہ سے لے رہا ہے لیکن طریقہ ذکر پاس انفاس ہی ہو گا کہ سانس چل رہی ہے اور ہر سانس کی نگہداشت ہو رہی ہے اور ہر سانس ایک ریگ مال کی طرح قلب پر

اللہ ہو اللہ ہو کی ضرب لگا رہا ہے طریقہ ذکر صرف یہ ہو گا یہ اور بات ہے کوئی کمزور ہے تو وہ آہستہ سے کر رہا ہے کوئی قوی ہے تو وہ قوت سے کر رہا ہے لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی اس طریقے کو چھوڑ دے اور وہ بیٹھا ہے آرام سے اور کہہ رہا ہے کہ میں خیال میں کررہا ہوں تو وہ کسی اور سلسلے کا ذکر کر رہا ہو گا کوئی زبان سے کر رہا ہے تو وہ بھی کسی دوسرے سلسلے کی بات ہو گی اس سلسلے کا طریقہ ذکر فقط یہ ہے اور اس کے بھی آداب ہیں کہ ... سے پہلے یہ دو اوقات تو ایسے ضروری ہیں کہ بغیر کسی مجبوری کے ان میں ذکر قضاء نہ کیا جائے مغرب اور عشاء کے درمیان اور تہجد اور نماز فجر کے درمیان ان دو اوقات کو ایک خصوصیت یہ حاصل ہے کہ تمام بزرگان سلسلہ جو برزخ میں بھی ہیں اور جو دنیا میں بھی ہیں ان دو اوقات میں طالبین کی طرف متوجہ ہوتے ہیں وہ خود ذکر کر رہے ہوتے ہیں کیونکہ ان کے سلسلے کا معمول ہے اور جو سلسلے کے طالب ہوں ان کی طرف وہ اپنی توجہ مبذول رکھتے ہیں یہ دو خصوصی اوقات ہیں اخذ فیض کے ہمارے سلسلے میں اس کے علاوہ دوام ذکر شرط ہے جس قدر بھی آپ جتنا بھی آپ پابندی کر سکیں سانس کی رکھوالی کریں وذکر ربک اذا نسیت اگر کسی وجہ سے بھول گئی ہے بات تو جب یاد آ جائے وہ شروع کر دیں کہ سانس میں اللہ اللہ ہوتی رہے حتی کہ زبان بند ہے سانس چل رہی ہے آپ اس کی نگہداشت کر رہے ہیں اور آپ بیت الخلاء میں بیٹھے ہیں تو اس کی کوئی پابندی نہیں ہے کہ آپ وہاں بھی کر رہے ہیں اس کا کرنا درست اور جائز ہے اور کوئی وقت اس سے خالی نہیں ہونا چاہیے تو دوسری بات بیٹھنے کا طریقہ ہے وہ ہمارے سلسلے کا یہ ہے کہ تمام لوگ جس طرح صفیں بنا کر نماز کے لئے بیٹھا جاتا ہے التحیات کی صورت میں قبلہ رخ ہو

کر تمام لوگ صفوں میں بیٹھیں بلا عذر شرعی التحیات کی صورت کو نہ چھوڑیں یہ سب سے بابرکت صورت ہے بیٹھنے کی اگر کسی تکلیف یا بیماری کی صورت میں بیٹھ نہیں سکتے تو وہ صورت بدل لے لیکن قبلہ رخ ضرور بیٹھیں سوائے اس کے کہ آپ کسی سواری میں ہیں موٹر میں ہیں بس میں ہیں تو آپ کے اختیار میں نہیں ہے لیکن اس طرح نہیں کہ جس طرح آپ بیٹھے ہیں بیٹھ جائیں جس طرح میں بیٹھا ہوں تو میں آپ کو ذکر کروانا شروع کر دوں ... سلسلہ او... نقشبندیہ کا نہیں ہو گا ان حضرات کو آپ سے تعلق نہیں ہو گا ان حضرات سے اخذ فیض کے لئے آپ کو پھر سے وہی ترتیب حاصل کرنی پڑے گی اسی طرح سے بیٹھنا پڑے گا اور اسی طرح سے ذکر کرنا ہو گا۔ ذکر کرانے والا وہ دائیں طرف ہو گا اور ذکر کرنے والے اس کی بائیں طرف ہوں گے اور ہر وہ شخص جو دوسرے سے چند لفظ زیادہ سمجھتا ہے وہ دوسرے کو ذکر کرائے اس طرح کہ جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی دو بھی کسی طرف روانہ ہوں تو ان میں سے ایک امیر ہونا چاہیے کوئی دو ساتھی جہاں اکٹھے ہوجاتے ہیں ان میں سے ایک ذکر کرانے والا ہو اور ایک ذکر کرنے والا ہو وہ جسے آپ امیر کہیں گے یا جسے آپ استاد کہیں گے یا جو ذکر کرا رہا ہو گا اس کی کامل اطاعت آپ کے لئے شرط ہے اب ذکر کرانے والے کے لئے بھی بہت سے آداب ہیں مثلاً" طریقہ ذکر یہ ہے کہ وہ اپنے مقامات سے اپنی جہاں تک اس کی رسائی ہے اپنے قلب کا ربط پیدا کرے اور ان انوارات کو اپنے قلب پر القاء کرے جب وہ نسبت وہ تعلق قوی ہو جائے تو ساتھ والے کو ذکر کرنے کے لئے کہے اور اس تعلق کو اس کیفیت کو ان انوارات کو مسلسل اس لطیفے پر القاء کرتا رہے جس پر اس کو ذکر کرنے کے لئے کہہ رہا ہے تو اس

میں اس کی اپنی توجہ کا قائم رہنا اس سے جسے وہ ذکر کرا رہا ہے زیادہ ضروری ہے۔ کہ جب اس کا اپنا تعلق ادھر سے کٹ گیا تو اس غریب کو خواہ مخواہ لگائے رکھے گا اس کو کیا حاصل ہو گا۔ اس سے تو کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ اپنے ذکر سے اسے فائدہ ہو گا تو چونکہ وہ بھی اس سلسلے کا ایک فرد ہے اس کا بھی مشائخ سے تعلق ہے تو اسے اس طرح تھوڑا فائدہ ہو گا لیکن اس کے اپنے ذکر کا ہو گا اس کا اگر ذکر کرانے والے کا رابطہ اگر اپنے مقام سے کٹ گیا تو اس کا اسے یا فائدہ پہنچے گا؟ ہر وہ آواز جو ہم منہ سے نکالتے ہیں اور ہر وہ خیال جو ہم ذکر کو چھوڑ کر ذہن میں لاتے ہیں تو اس طرح سے ان لوگوں کے لئے جن کی زبان کھلنے سے ان کا ربط ٹوٹ جائے ان کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ سوائے ان وظائف کے جو سلسلے کے منقول ہیں آیات بھی بلند آواز سے نہ پڑھیں چہ جائے کہ وہ شعر پڑھیں یا انہیں ہدایات دیں کہ اس طرح سے کرو اس طرح سے کرو زبان کھولنے کے لئے وہ قوت درکار ہے کہ آدمی جو بات کرے تو ربط نہ ٹوٹے؟

پہلے عرش میں ہی سوا لاکھ حجابات ہیں ان سوا لاکھ حجابات کو ناپنا اللہ ہی کا کام ہے ہمارا اور آپ کا کام نہیں اور نہ ہی ہمارے پاس وہ پیمانہ ہے سالک المجذوبی سے اوپر جا کر بحر رحمت سے اوپر شروع ہوتے ہیں منازل جو صرف پہلے عرش کے منازل کہلاتے ہیں پہلی منزل سے دوسری منزل اس طرح نظر آتی ہے کہ جس طرح سے زمین سے کوئی انتہائی باریک ستارہ۔ پہلے عرش کی پہنائیوں میں "تقریباً" ایک لاکھ پچیس لاکھ منازل ہیں ذرا ان فاصلوں کو آپ نوٹ کرتے جائیں اور انہیں ذہن میں رکھتے جائیں تو گویا وہ پچاس ہزار سالہ راہ جو احدیت تک تھی وہ یہاں آکر ایک قدم بھی نہیں رہتی اور سمجھ آتی ہے کہ فاصلے تو یہاں ہیں وہ کیا ہے؟ پہلے اور دوسرے عرش کے درمیان خلاء ہے جو پہلے عرش کی موٹائی سے زیادہ ہے اور دوسرے عرش کی موٹائی اس خلا سے زیادہ ہے اس طرح عرش کے مدارج نو ہیں۔

تو یہ جو نو طبقے ہیں عرش کے یا جنہیں نو عرش کہہ دیا جاتا ہے ان میں سے ہر دوسرے طبقے کا خلا پہلے سے زیادہ ہے اور اس کی موٹائی اس خلا سے زیادہ ہے پہلے عرش سے پہلے اور دوسرے کا خلا زیادہ ہے اور دوسرے اور تیسرے میں خلا جو ہے وہ دوسرے عرش کی موٹائی سے زیادہ ہے اور تیسرے کی موٹائی اس خلا سے زیادہ ہے تو اس طرح نو عرشوں تک جاتے جاتے یہ اتنا عظیم فاصلہ ہے کہ عمریں درکار ہیں اس میں کھپ جانے کے لئے یہ طے نہیں ہو پاتا سوائے اس کے کہ آپ اس میں جذب ہو جائیں ان انوار و کیفیات میں کہ جہاں تک توجہ چلی جائے آپ بھی اس کے ساتھ لپٹے ہوئے چلے جائیں اس کے علاوہ اسے قطع و طے کرنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے جب یہ نو عرش ختم ہو جاتے ہیں پھر عالم امر کی حدود شروع ہوتی ہے جو روح کا وطن اصلی ہے جس کے لئے یہ بے تاب رہتی ہے۔ جس کے لئے یہ بے قرار رہتی ہے۔ جس کے لئے یہ تڑپتی اور بے چین ہوتی ہے وہ نو عرشوں سے اوپر جا کر ہے پہلا دائرہ ہی اس کا جو ہے وہ نو عرشوں سے اوپر عالم امر کی دہلیز ہے۔ تو وہ پہلا دائرہ عالم امر کا جو ہے وہ اپنے سے نیچے والی ساری مخلوق کو محیط ہے تمام عرشوں کو ' کرسی کو' لوح محفوظ کو' آسمانوں کو' جنت و دوزخ کو' زمین و آسمانوں کو' ہر شے کو وہ محیط ہے اب اسکی پہنائیوں کا اندازہ لگالیں تو اس طرح کے اس پہلے دائرے سے لے کر حجابات الوہیت تک اڑتالیس دائرے آتے ہیں جن میں سے ہر دائرے کے سامنے پہلا دائرہ اس کی حیثیت ایسے رہ جاتی ہے جسے کسی صحرا میں کوئی انگشتری پھینک دی جائے تو جب حجابات الوہیت تک

کسی سالک کی روح پہنچتی ہے تو حضرت شیخ نے فرمایا تھا کہ یہ چوتھائی حصہ سلوک کا یہاں طے ہو جاتا ہے سلوک کاایک چوتھائی حصہ ان حجابات تک پہنچنے والے نے طے کر لیا اب آپ اندازہ کر لیں کہ کس قدر عظیم نعمت ہے جو سینہ اطہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بنی آدم کے لئے اللہ کریم نے جسے عام دنیا میں کر دیا ہے تو ناقدری ہے لوگ جانتے نہیں ورنہ تو شاید اس کے لئے ہر کوئی جان دینے کو بھی تیار ہو جائے اس کی قدر و قیمت کا اندازہ جس میدان میں ہوگا وہاں جا کر تو دیکھیں کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جنتیوں کو جنت میں کسی چیز کی تکلیف نہیں ہو گی لیکن یہ حسرت ان کے دل میں ضرور ہو گی کہ کاش میں نے چار قدم اور بڑھا لئے ہوتے کاش میں اس محافل اس مقام میں کچھ آگے چلا گیا ہوتا کچھ میں نے اور کما لیا ہوتا تو یہ وہاں جا کر پتہ چلے گا کہ یہ نعمت کیا ہے اس کی قدر و قیمت کیا ہے اور وہاں تک رسائی رکھنے والے کو کس قدر جذب حاصل ہوتا ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور اس کا وہ جذب کس طرح سے رحمت باری کو اس پہ متوجہ کرتا ہے اور اسپر کیا ثمرات مرتب ہوتے ہیں تو میرے بھائی یہ بہت عظیم خزانہ ہے جو نہ میرے اور آپ کے گمان میں آ سکتا ہے جو نہ کسی علم کے ذریعے ناپا جا سکتا ہے اور جس کے لئے نہ کوئی پیمانہ ہے اس کے لئے تو بس ایک ہی بات ہے۔

اپنے آپ کو ختم کر دے مٹا دے اللہ اور اللہ کے رسول کے احکام کے سامنے اپنے آپ کو شریعت مطہرہ میں فنا کر دے ور جس شخص کے سینے سے اس دولت کو حاصل کرنا چاہتا ہے اپنے آپ کو اس میں جذب کر دے اسکے دل میں اپنی جگہ بنا لے اس کے دل میں اپنا ٹھکانہ بنا لے۔

ایک طرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ ہیں۔ قرآن کریم کو بھی ہم اللہ کی کلام تب مانتے ہیں جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے کہا ہے کہ یہ اللہ کی کتاب ہے۔ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہ فرمائیں تو ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں کوئی دلیل نہیں ہے اس کے کلام باری ہونے پہ اور کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ کوئی انسان اس کلام تک پہنچ سکے ماہیت وحی سینہ اطہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور الحمدللہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والا یہ صحیفہ بالکل اپنی اصلی حالت میں ویسے کا ویسا ہمارے پاس موجود ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی چاہے کہ وہ اپنے خالق سے اپنے معبود سے اپنے پالنے والے سے بات کرے تو اللہ کے کلام کی تلاوت کرے۔ اس سے لے کر سارے کی ساری شریعت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان ظاہر ہے ہر وہ بات جو آپ کے مبارک لبوں سے نکلی اور ہم تک پہنچی یہ حضورؐ کا ہی فیض ہے دوسرا کمال حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ اطہر سے ان انوار و تجلیات کو وجود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کرنا ہے جن کا مہبط سینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اس پر ثبوت ہے کہ جہاں تک علمی استفادے کا تعلق ہے تو آج کا عالم ویسا ہی کرتا ہے جہاں صحابہ اکرام کے دور میں لوگ کیا کرتے تھے جس طرح صحابہ نے نماز کاطریقہ محمد عربی سے سیکھا آج کا مسلمان بھی وہی طریقہ سیکھ رہا ہے اور انہیں الفاظ سے سیکھ رہا ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو تعلیم فرمائے سارے کی ساری فقہ میں وہی الفاظ و دلائل ہیں فقہاء کے پاس کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام کو کرنے کا یہ طریقہ فرمایا تھا تو یہ جو ظاہری علوم ہیں یہ براہ راست

مسلمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح اخذ کر رہا ہے اور انہیں الفاظ کو اپنے دل پہ نقش کر رہا ہے اور دیکھ لیں کہ کس قدر جان فشانی کی ہے اللہ کے اس محبوب بندوں نے اور علماء امت نے کہ ایک ایک لفظ من و عن جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لب مبارک سے ادا ہوا پوری زیر و زبر کے ساتھ اسی طرز ادا کے ساتھ اسی لب و لہجے کے ساتھ آج تک محفوظ رکھا اور جب اس میں بدکاروں نے کفار نے بدکرداروں نے غلط آویزی کی اور جھوٹ کو ڈالنے کی کوشش کی تو اس طرح کے علوم ترتیب دیئے۔ ایک علم حدیث کو پرکھنے کے لئے سترہ علوم میں مہارت حاصل کرنی پڑتی ہے اور ایک ایک راوی کے خاندان پر جرح کی جاتی ہے اس کی عمر کیسی تھی اس کا ذہن کیسا تھا اس کے خیالات کیسے تھے اس کے حالات کیسے تھے اس کے دوست و احباب کیسے تھے اس کا ملنا جلنا کیسے لوگوں کے ساتھ تھا اس کا کردار کیسا تھا اور لین دین میں کیسا تھا بات کرنے میں کیسا تھا اس قدر چھان بین کی ان اللہ کے بندوں نے کہ آج تک ہر چاہنے والے کو ارشادات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحیح اور درست حالت میں ملتے ہیں ہاں اگر کسی کی نیت ہی بد ہو تو اس کے لئے بے شمار راستے ہیں فرار کے۔ لیکن یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اصلی حالت میں ملتی نہیں ہے ملتی ضروری ہے اور علماء نے اس قدر اس پہ محنت کی ہے کہ محمد عربیؐ وہ ہستی ہے کہ دنیا میں ہر شخص کی زندگی کے دو پہلو ہیں ایک پبلک لائف ہوتی ہے جو لوگوں کے سامنے ہوتی ہے ایک اس کی پرائیویٹ لائف ہوتی ہے جس کے ساتھ باقی لوگوں کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ جب کوئی اپنے گھر کے اندر چلا جاتا ہے اپنے دروازے کے اندر چلا جاتا ہے اپنے کمرے میں بند ہو جاتا ہے تو وہ اس

کی پرائیویٹ لائف ہے اس کے دوست احباب یا اس کے اساتذہ یا اس کے شاگرد حتی کہ اولاد بعض اوقات اسمیں مداخلت نہیں کر سکتی کسی کو خبر نہیں ہے کہ بند دروازے کے پیچھے یہ کیسا ہے۔ لیکن آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم وہ مبارک ہستی ہیں جنہیں پبلک کی نگاہ سے نہ کوئی دیوار جدا کر سکتی ہے نہ کوئی دروازہ آپ کو پنہاں کر سکتا ہے آپؐ کی جو پرائیویٹ زندگی ہے وہ بھی پبلک لائف کی طرح ہے بلکہ لوگوں کی زندگیوں سے زیادہ نوٹ و درج ہے اور کتابوں میں ملتی ہے اس حد تک ملتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عمر عزیز میں اس قدر جو تناول فرمائے اتنی گندم استعمال فرمائی اس قدر کھجوریں استعمال کیں اور یہ بات ملتی ہے زندگی بھر میں اتنے الفاظ حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان سے ارشاد فرمائے۔ اس قدر الفاظ آپؐ نے منہ مبارک سے ارشاد فرمائے تو یہ سارا نظام رب العالمین نے اپنی اس رحمت کو تقسیم کرنے کا قائم فرما دیا اور جس سے جو خدمت چاہی وہ لی اور فرمایا "میں نے ہی قرآن کو نازل کیا ہے اور میں ہی اس کی حفاظت بھی کروں گا" اس کی حفاظت کے اس قدر ذرائع بنا دیئے کہ اب یہاں سٹیج پر بیٹھے ہوئے کوئی زیر' زبر یا جزم منہ سے "اتفاقاً" غلط نکل جائے تو ہزاروں دل تڑپ جاتے ہیں اور چھوٹے چھوٹے بچے ٹوک دیتے ہیں کہ یہاں پیش نہیں یہاں زیر پڑھی جائے اس طرح سے بعض سینوں کو منتخب کرلیا اور انہیں اس کا خزانہ بنا دیا بعض زبانوں کو' بعض ذہنوں کو اور بعض اپنے بندوں کی عمریں صرف کر دیں کہ وہ ساری ساری عمر اس کلام باری کی پاسبانی اور چوکیداری کرنے میں مصروف رہیں یہ قرآن ہی کی حفاظت ہی کا ایک حصہ ہے۔ وانا له لحفظين قرآن محفوظ تب رہ سکتا ہے جب محمد رسول اللہ پر لوگوں کو اعتماد قائم رہے اگر خدا

ناخواستہ اگر دنیا میں ایسی فضا قائم ہو جائے کہ لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتماد نہ رہے تو قرآن پہ اعتماد کیا رہے تو اسی "لحفظا" میں آتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اسوۃ حسنہ کی حفاظت بھی یہ قرآن ہی کی حفاظت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ کی' حدیث شریف کی' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرز زندگی کی ' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق آداب کی' آپؐ کی پوری زندگی کی حفاظت یہ ساری کی ساری قرآن ہی کی حفاظت ہے خود قرآن میں اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو صداقت کی دلیل بیان فرمایا ہے اور اس کی قسمیں کھائیں ہیں------ تیری زندگی گواہ ہے تیری زندگی کی قسم ہے۔ تیرے شب و روز کی قسم ہے مجھے پروردگار عالم کو اوریہی بات کفار مکہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی کہ کیا میں بچپن سے لے کر آج تک عمر کا ایک بیشتر حصہ تمہارے درمیان بسر نہیں کر رہا؟ اس میں تم کوئی خامی پاتے ہو تم نے کہاں مجھے جھوٹا پایا خائن پایا ہے۔ کہیں پہ بھی تمہیں کوئی نشان ملتا ہے اگر نہیں تو آج تمہارے پاس کونسی دلیل ہے کہ جو شخص عمر بھر کسی انسان کے ذمے کوئی غلط بات نہ لگائے آج ایک دم اتنا بدل گیا کہ رب العالمین کے ذمے کوئی غلط بات لگائے تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اسوۃ حسنہ کی حفاظت 'اخلاق عالیہ کی حفاظت حدیث نبوی کی حفاظت اسی معاشرے میں آتی ہے۔ "وانا لہ لحفظین" تو اللہ نے اس کی حفاظت کے بھی اسی طرح اسباب مہیا فرما دیئے جس طرح قرآن کریم کی حفاظت کے لئے فقہاء اور علماء اور مفسرین پیدا فرمائے اور ان سے کام لیا قرآن کی حفاظت کا' قرآن کی خدمت کا' قرآن کی تدوین کا' قرآن کی ترویج کا' قرآن کے علوم اور اس کے کمالات کو پھیلانے کا اسی طرح سے ویسا ہی نظام رب العالمین نے حدیث مقدسہ کو اور ارشادات عالیہ کو قائم کرنے کا اور اسے جاری رکھنے کا اور اس کی حفاظت کو قائم رکھنے کا سبب بنا دیا محدثین کرام۔ ایسے ایسے اللہ کے مقبول بندے ہیں جو قال اللہ و قال الرسول کی فضا میں پیدا ہوئے وہیں پلے بڑے ' وہیں پڑھایا اور ساری عمر قال اللہ اور قال الرسول کہتے ہوئے دنیا سے چلے گئے۔ پوری عمریں صرف کر دیں اس کی حفاظت پر تو میں عرض کر رہا تھا یہ جو ہم نماز پڑھتے ہیں یہ جو آج ہم جمعہ پڑھ رہے ہیں اس کے بعد جو خطبہ ہو گا جو اس کے بعد جو رکعتیں پڑھی جائیں گی جو اذان ہو گی یہ سارا کیا ہے یہ ہے ارشادات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اورہم براہ راست اپنے بزرگوں کی وساطت سے اپنے متقدمین کی وساطت سے ' سلف صالحین کی وساطت سے ان برکات کا منبع جو ہے بالاخر وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس ہے اور ان کو وہیں سے ہم حاصل کر رہے ہیں ایک کمال تو اس رحمت کو حاصل کرنے کا یہ ہے کہ علوم ظاہرہ کو جنہیں اللہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جن کے اظہار کا اور جن کی نشر و اشاعت کا اور جن کی ترویج کا ذریعہ اور سبب بنایا انہیں سمجھا جائے انہیں سیکھا جائے انہیں حاصل کیا جائے اور ان پر عمل کیا جائے۔ بقدر ضرورت علم ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ حلال و حرام کو پہچان سکے نیک و بد کو جان سکے وہ غلط و صحیح کو اور اوقات و صلوۃ کو نماز کے طریقے کو اسی طرح روزے کے سحری و افطاری کے اوقات کو اس کے مکروہات کو اس کے فرائض کو جانتا ہو اوروہ اپنی زندگی میں اسلام پر عمل کرنے کی سکت رکھتا ہو اتنا جاننا سب پہ واجب ہے ایک علم' ایک کمال ' ایک فیض محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا اور بھی ہے اور وہ ہے باطنی جس طرح سے لوگ ارشادات رسول کو حاصل کر

یہ دو کمال محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ کے فیض کو حاصل کرنے کے ہی دو دروازے ہیں ایک علوم کو حاصل کیا جائے کہ حضور کے ارشادات و اقوال ہیں اور ایک اس کیفیت کو حاصل کیا جائے جو صحرا نشینوں کو عرش نشیں بنا دے جو چوروں کو عادل' چرواہوں کو جرنیل اور بدکاروں کے ہادی بن گئے کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا یہ کیفیت جو تھی اس کے حصول کا نام ہے سلوک۔

کے عام اور منتہی بنتے ہیں اسی طرح ایمان کی ایک نگاہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی شخص کی پڑ گئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ کی بات ہی اور ہے اس شخص کی بات کر رہا ہوں جو ایمان لایا حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اورپھراس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اپنی اس چشم سے دیکھا اس ایک نگاہ نے اس میں وہ کمال بھر دیئے اس میں وہ تبدیلی پیدا کر دی اور اسے اس کمال پر پہنچا دیا کہ وہ اگرپہلے کافر بھی تھا تو اس کے لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کہنے کے بعد جب نگاہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑی تو صحابی ہو گیا صحابیت کو سمجھنے کے لئے کہ صحابیت ہے کیا اتنی سی بات عرض کر دوں کہ آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک جو مخلوق دنیا میں آئے گی اورجو گزر چکی ہے اور جو موجود ہے اس میں جس قدر نیک اور متقی اور تقوی رکھنے والے لوگ ہیں پرہیز گار ہیں اور جس قدر ذاکرین ہیں جو گزر چکے ہیں جو موجود ہیں جو آئندہ آئیں گے جنہیں صحبت نبی کی حاصل نہیں ہو سکی جو غیر صحابی ہیں غیر صحابی ساری کائنات میں' سارے مسلمانوں کو جمع کر لو سارے ذاکرین کا ذکر جمع کر لو اور تمام عابدین کی عبادت کو اکٹھا کر لو تمام سالکین کی منازل کو جمع کر لو اوراس میں خواہ غوث ہوں یا قطب ہوں یا ابدال ہوں کوئی بڑے سے بڑا ولی ہو اس ساری کائنات کے اولیاء کے منازل اکٹھے لو ایک مینار تعمیر کرتے چلے جاؤ جہاں یہ ختم ہو جائے گا وہاں سے صحابیت کی ابتداء ہو گی ایک ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی وہ صحابہ میں ادنیٰ ہے ساری کائنات میں اعلیٰ اس کی جوتی پر جو خاک پڑ گئی ہے اس کے گھوڑے کی ناک میں جو دھول چلی گئی ہے ساری دنیا کی ولایت جمع کرلو عند اللہ اس کے مقابلے میں کوئی نہیں اسکی عظمت کوئی اور ہی ہے اس کی شان ہی کوئی اورہے تو یہ سارے منازل سلوک اور یہ ساری ولایت دھری کی دھری رہ گئی اوراس ایک نگاہ نے اس شخص کو کہاں سے اٹھایا اور کہاں پہنچا دیا یہ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مبارک کے ساتھ لگنے کا آپؐ کی مجلس میں جانے کا۔ آپ کی صحبت میں پہنچنے کا فیض۔ یہ نہ الفاظ میں ڈھلتا ہے نہ اس کی کتابیں ہیں نہ واضع نے اس کے لئے کوئی لفظ وضع کیا ہے یہ ایک کیفیت ہے اور کیفیات الفاظ سے بالاتر ہوتیں ہیں یہ کیف ہے یہ کیفیات ہیں اس میں سے گذرا تو جا سکتا ہے لیکن آپ اس کو کتابوں میں بند نہیں کر سکتے الفاظ میں نہیں ڈھال سکتے اس کو کسی فقرے میں مقید نہیں کر سکتے اور یہ دو کمال محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ کے فیض کو حاصل کرنے کے ہی دو دروازے ہیں ایک علوم کو حاصل کیا جائے کہ حضور کے ارشادات و اقوال ہیں اور ایک اس کیفیت کو حاصل کیا جائے جو صحرا نشینوں کو عرش نشیں بنا دے جو چوروں کو عادل' چرواہوں کو جرنیل اور بدکاروں کے ہادی بن گئے کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا یہ کیفیت جو تھی اس کے حصول کا نام ہے سلوک۔ یہ تمام ذکراذکار یہ تمام محنت یہ تمام محفلیں یہ

تمام سفر اسفار' یہ آنا جانا' یہ شب بیداریاں یہ تمام بھوک اور پیاس کی شکایت برداشت کرنا اس سارے کا مقصد یہ ہے کہ اس کیفیت کو حاصل کیا جائے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح تقسیم فرمائی کہ جس جس طرف نگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے ہو گئے جتنے ذرے سامنے آئے ستارے ہو گئے۔

فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں تھا تو مجھے زمین کے وہ نقش منور نظر آتے تھے جہاں بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پاؤں مبارک پڑا تھا وہ جگہ اس طرح نظر آتی تھی جسے آسمان میں چاند نظر آتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ بڑا پھرا کرتا تھا گلی گلی کوچہ کوچہ' صحراؤں' بیابانوں کو میں نے چھانا اور میں پھرا کرتا تھا اور ان کیفیات کو حاصل کرتا تھا فرماتے ہیں کہ میں نے ملائکہ کو دیکھا کہ وہ مکہ کی گلیوں میں پھرتے ہیں اور درود شریف پڑھتے ہیں شاید وہ بھی وہی برکت حاصل کر رہے ہیں جس کے لئے یہ سرگرداں ہے۔ فرماتے ہیں کہ جب میں عازم مدینہ ہوا تو میں انہیں نقوش ہائے قدم کو دیکھتا ہوا اور زمین کے سینے پہ انہیں چاندوں کو تلاش کرتا ہوا انہیں نشانوں پر رواں دواں جب میں شہر سے نکلا تو صحرا کی وسعتوں میں جہاں جہاں بھی میری نگاہ جاتی تھی نور ہی نور نظر آتا تھا۔ فرماتے ہیں کہ میں مبہوت ہو گیا یہ سمجھ تو آتی ہے کہ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پاؤں مبارک پڑا تو زمین منور نظر آتی ہے۔

امام ابو حنیفہ جب حج کے لئے گئے تھے تو آپ تین مہینے حرمین میں رہے تھے تین مہینے خدا کے بندے نے نہ کھانا کھایا نہ پانی پیا اور تین مہینے نہ آپ کو رفع حاجت کی ضرورت ہوئی کسی نے عرض کی کہ یا امام اپنے آپ کو آپ نے اتنی مشقت میں کیوں ڈال دیا ہے تو فرمایا کہ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں میں استنجا کرنے کے لئے بیٹھ جاؤں اور وہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں کا نقش ہو فرماتے ہیں کہ مجھے سمجھ نہ آئی کہ یہ صحرا و بیاباں جہاں تک حضورؐ کی نگاہ گئی ہر شے کو منور کر دیا تو وہ فیض جو صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا صحابہ کرامؓ نے صحابہ کی صحبت میں جو پہنچا تابعی ہو گیا تابعین کے پاس جو پہنچے وہ تبع تابعین ہو گئے یہ کیفیت تھی یہ ایک ضروری دولت تھی جو ایک سینے سے دوسرے سینے تک منتقل ہوتی اور سینے سے سینے میں بطور امانت چلی گئی اسی طرح سے بعد میں کوئی محدث بنا کوئی فقہی بنا کوئی مفسر بنا مصدر تو تمام علوم کا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات تھی تو گویا کمالات بٹتے گئے اسی طرح سے جو لوگ جنہوں نے اس دولت کو حاصل کرنے کے لئے عمریں بسر کر دیں انہیں صوفی یا سالک کہا جانے لگا۔

ضرورت رشتہ

سلسلہ عالیہ کے ساتھی حاجی محمد امین کی صاحبزادیوں کیلئے آرائیں فیملی سے رشتے مطلوب ہیں۔

کوائف=

1:۔ تعلیم۔ ایم۔ اے۔ بی ایڈ اسلامیات۔ قاریہ فاضلہ۔ شرعی اور برٹش لاگریجوایٹ۔ عمر 23 سال

2:۔ کوائف=

تعلیم۔ ایف۔ اے۔ ایل۔ ایچ۔ وی۔ قاریہ فاضلہ۔ عمر 21 سال۔

برائے رابطہ:۔

حاجی محمد امین۔ ٹینکی محلہ وارڈ نمبر 11۔ مکان نمبر 108۔ لالہ موسیٰ ضلع گجرات

فون نمبر:۔ 04348-510587 یا اسلم صاحب 04348-4269 صبح 10 بجے سے رات 10 بجے تک۔

صالح عمل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○
قل ان ربی یبسط الرزق لمن یشاء و
یقدر و لکن اکثر الناس لا یعلمون ○
وما اموالکم ولا اولادکم بالتی تقر بکم
عند نا زلفی الامن امن و عمل صالحا
فاولٰئک لھم جزاء الضعف بما عملوا وھم
فی الغرفت امنون ○والذین یسعون فی
ایتنا معجزین اولٰئک فی العذاب
محضرون○سبا ۳۴ تا ۳۸

مولانا محمد اکرم اعوان

بزرگان محترم برادران گرامی عزیزان قابل قدر السلام علیکم ورحمتہ اللہ! سورۃ سبا کی یہ آیات مبارکہ بائیسویں پارے میں ہیں اور سادہ سا ترجمہ ان کا یہ ہے۔

کہ فرما دیجئے کہ بے شک میرا پروردگار جسے چاہتا ہے۔ زیادہ روزی دے دیتا ہے اور جسے چاہتاہے اسے کم دے دیتا ہے حق یہ ہے کہ اللہ کریم کی اس قدرت کاملہ کو لوگوں کی اکثریت سمجھتی اور جانتی نہیں اور پھر یہ بھی فرمایا کہ اگر کسی کے پاس زیادہ رزق ہو یا اس کی زیادہ اولاد اور اس کے ساتھ زیادہ لوگ ہوں تو تمہارے مال و دولت یا تمہاری افرادی قوت کوئی ایسی نعمت نہیں ہے کہ وہ تمہیں اللہ کا قرب عطا کرے وہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ اس پر قرب الٰہی کی بنیاد ہو۔ قرب الٰہی کے لئے ایمان کامل اور عمل صالح۔ ایمان کامل وہ ہوتا ہے جو انسان کو توفیق عمل ارزاں کر دے۔ وہ یقین جس پر بنیاد بنا کر آدمی کام کرتاہے اور عمل صالح وہ ہوتا ہے جو اللہ کے حکم اور سنت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہو کام اس لئے کیا جائے کہ وہ اللہ کا حکم ہے اور اس کے کرنے کا طریقہ اور سلیقہ وہ ہو جو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس بھی کام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع نہیں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناپسندیدگی آ گئی وہ عمل کبھی صالح نہیں ہو سکتا۔

ایک چھوٹی سی بات ہمارے ہاں مروج ہے۔ ہمارے علمائے کرام نے لکھ بھی دی کتابوں میں بدعت کے بارے میں بدعت کا اصطلاحا" معنی ہے کوئی نیا کام شروع کرنا کسی کام کی اس سے ابتدا ہے جسے آپ ابتدا کہتے ہیں لیکن شرعا" بدعت شرعی وہ ہے ایسا کوئی نیا کام شروع کیا جائے جس کی کوئی اصل کوئی اساس کوئی بنیاد عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں یا حضور علیہ السلام سے ثابت نہ ہوتی ہو اور اسے دین کا حصہ بنا کر یا دین کہہ کر شروع کیا جائے۔ ایسا کوئی کام جسے آپ دین کا نام دیں اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہوتا ہو تو وہ بدعت ہے تو علمائے کرام نے بدعت سیئہ اور بدعت حسنہ دو نام اس میں لکھ دیئے بدعت حسنہ میں انہوں نے

عمل صالح وہ ہوتا ہے جو اللہ کے حکم اور سنت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہو کام اس لئے کیا جائے کہ وہ اللہ کا حکم ہے اور اس کے کرنے کا طریقہ اور سلیقہ وہ ہو جو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس بھی کام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع نہیں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناپسندیدگی آ گئی وہ عمل کبھی صالح نہیں ہو سکتا

کچھ ایسے امور کو رکھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمائے لیکن کوئی وقتی طور پر کوئی چیز مانع تھی رکاوٹ تھی ان پر عمل نہ ہو سکا عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب وہ رکاوٹ ہٹ گئی تب احکام پر عمل کیا جا سکا تو اسے کہا گیا بدعت حسنہ کہ یہ اچھا کام ہے لیکن بہت خوبصورت بات کہی ایک صاحب نے ان کی اس بحث میں وہ فرماتے ہیں کہ اسے بدعت حسنہ کہنا نادانی ہے بدعت میں کبھی حسن نہیں ہو سکتا بدعت حسین نہیں ہوتی اسے آپ بدعت اصطلاحی کا نام دیجئے لغوی طور پر ہم اسے بدعت کہتے ہیں حقیقتاً" یہ بدعت نہیں مثلاً" جیسے تراویح کی باجماعت نماز نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے تین روز تین رات پڑھائی اور چوتھی رات صحابہ منتظر رہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ مبارک سے تشریف نہ لائے اور پھر کافی دیر بعد جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو فرمایا اپنی اپنی تراویح ادا کر لو۔ میں نے اس لئے با جماعت نہیں کرائی کہ کہیں یہ فرض ہی نہ ہو جائے اور لوگوں پر بھاری نہ پڑے۔ اب اس کا با جماعت پڑھنا ثابت ہو گیا حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے ایک وجہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسم نے دنیا سے پردہ فرما لیا تو پھر وحی کا آنا منقطع ہو گیا اور پھر فرض ہونا وغیرہ وہ بات ختم ہو گئی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی بات کو دلیل بنا کر کہ اب تو فرض ہونے کا خطرہ ٹل گیا۔ اب تو نہیں فرض ہو سکتی لہذا باجماعت کرائی جائے تو اسے آپ کہیں گے اصطلاحی بدعت' بدعت حسنہ نہیں لغوی بدعت' لغت میں تو اسے بدعت کہیں گے حقیقت میں یہ سنت ہے اور بدعت شرعی ہر اس کام کو کہیں گے جسے آپ ثواب سمجھ کر کرتے ہیں لیکن اس کا کرنا حضور علیہ الصلوۃ و السلام سے یا خلفائے راشدین سے ثابت نہیں چونکہ جو بات صحابہ کبار اور خلفائے راشدین سے خصوصاً" ثابت ہے وہ سنت ہے وہ بدعت نہیں ہے اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے علیکم بسنتی و بسنت خلفاء الراشدین اوما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یہ حضرات وہ لوگ تھے جو واقعی فنا فی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے ہم اصطلاح تصوف میں فنا فی ارسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مراقبات ہی سنتے سیکھتے سکھاتے ہیں اور نام بھی سنتے پڑھتے پڑھاتے ہیں لیکن اس کی حقیقت وہ ہے جو خلفائے راشدین کا حال تھا کہ بندے کی اپنی پسند و ناپسند ختم ہی ہو جائے اور جو بھی وہ کرے پتہ چلے کہ اس کا ثبوت اس کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ہو گا تب یہ کر رہا ہے یعنی اس بندے کو عمل کرے دیکھ کر یہ تحقیق نہ کرنی پڑے کہ یہ سنت ہے یا نہیں اس کا عمل ہے تو پھر یہ سنت ہے کہ وہ سنت سے باہر نہیں جا سکتا اور یہی اس ارشاد کا مفہوم ہے علیکم بسنتی و بسنت خلفاء الراشدین۔ کہ میرے خلفائے راشدین جو کریں گے وہ میری ہی سنت ہو گی یہ ہے اعمال حسنہ۔ ایمان کامل

اور عمل صالح یہ ایسی چیز ہے جن کا بدلہ کئی گنا بڑھا کر دیا جائے گا اور ایسے لوگ بڑی عزت کے ساتھ بڑے احترام کے ساتھ بالا خانوں میں اللہ کے نزدیک مقیم ہوں گے یہ ایک قاعدہ ارشاد فرمایا رب العلمین نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کو بتا دیجئے۔

اب اس کا اثر انسانی زندگی پر کیا ہے یعنی اگر یہ فلاسفی کسی کو سمجھا دی جائے اور اسے یقین ہو جائے کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہیرا پھیری سے چور بازاری سے اور ناجائز خوشامد سے رزق میں اضافہ نہیں ہوتا اگر کسی کو اس ہیرا پھیری سے رزق ملتا ہے تو وہ یہ نہ سمجھے کہ مجھے ہیرا پھیری سے ملا اگر وہ جائز وسیلہ اختیار کرتا' تجارت کرتا' جائز وسائل اختیار کرتا تو بھی اتنا رزق اسے مل جاتا کہ یہ اس کا حصہ اور مقدر تھا یعنی اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ میں نے رشوت لی تو اتنے پیسے جمع ہو گئے میں نے چوری کی تو جمع ہو گئے میں نے بلیک مارکیٹنگ کی تو اتنے جمع ہو گئے اگر وہ یہ بد دیانتی نہ بھی کرتا تو بھی اسے رزق اتنا ہی ملتا کیونکہ یہ رزق دینا اس کا اپنا کام ہے اور جو ذرہ جہاں پہنچانے کا اہتمام اس نے کیا ہے وہ وہیں پہنچتا ہے۔ لہذا اگر یہ فلسفہ کسی کو ایمان کے ساتھ نصیب ہو جائے تو دنیا سے بدکاری کا وجود ختم ہو جاتا ہے۔ خوشامد کا وجود ختم ہو جاتا ہے بد دیانتی کا وجود ختم ہو جاتا ہے یہی وہ فلسفہ ہے جس نے صحابہ کرام کو قرآن کے مثالی مسلمان بنا دیا۔ فرمایا ایک یہ بھی مسئلہ ہے اگلے دن لاہور بات ہوئی تو اچھے پڑھے لکھے لوگ بھی بڑے حیران ہوئے۔

ہم یہ تو بتاتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم جو کی روٹی پانی میں بھگو دیتے تھے وہ چونکہ سخت ہوتی تھی اور جب نرم ہو جاتی تب کھا لیتے تو نان جویں کو ہم نے قوت حیدری کا سبب اپنی نظموں میں علامہ مرحوم کے پاس بھی پڑھا ہے۔

جسے نان جویں بخشی ہے تو نے
اسے بازوئے حیدر بھی عطا کر

لیکن اس سب کے ساتھ ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ صحابہ کرام کا صرف کمال یہ نہیں تھا کہ وہ تنگی میں اور افلاس میں صابر و شاکر رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیا جب فتوحات شروع ہوئیں اور فتوحات اسلامیہ میں جب یمن کے خزانے آئے قیصر کی دولت آئی۔ کسریٰ کی دولت غنیمت میں آئی تو پانچواں حصہ بیت المال میں جاتا تھا اور چار حصے مجاہدین کو تقسیم ہوتے تھے اور اکابر صحابہ کو ماہوار پنشن دی جاتی تھیں کہ ان کا حق تھا کہ وہ بنیاد تھے۔ اس ساری ریاست کو بنانے کی تو یہ بزرگ کروڑ پتی' ارب پتی ہو گئے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انتہائی مفلس آدمی تھے۔ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں بلکہ اس حال کو پہنچے کہ وہ کام بھی نہیں کرتے تھے اور سارا وقت انہوں نے وقف کر دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ سننے میں بلکہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گذارش کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے دعا فرمایئے کہ میں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنوں وہ پھر مجھے بھولے نہیں۔ حضور علیہ الصلواۃ والسلام نے فرمایا کہ جب میری مجلس میں بیٹھو تو یہ چادر بچھا دو انہوں نے اپنی چادر اتار کر بچھا دی جب مجلس ختم ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے لپیٹ لو اور اسے سینے سے لگا لو یہ سارا جمع ہو کر سینے میں جذب ہو جائے گا اور اس کے بعد تمہیں کوئی بات نہیں بھولے گی۔

آج آپ دیکھیں کتنی روایات حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہیں جس کی کوئی تحریر ان کے پاس نہیں تھی وہی ان کے دل میں جو ثبت تھی تو وہ چونکہ

کام بھی کوئی نہیں کرتے تھے اس حرص میں نبی علیہ الصلو ۃ والسلام کے در اقدس پہ بیٹھے رہتے تھے کبھی کوئی ارشاد سن لوں اور آگے پہنچانے کا سبب بنوں تو فاقوں سے یہ نوبت آئی کہ بے ہوش ہو کر گر گئے عرب ایک علاج کیا کرتے تھے بے ہوشی کا۔ گردن پر پاؤں رکھ کر ان رگوں کو جو دماغ کو خون دیتی ہیں اسے تھوڑی دیر روکتے اور پھر ایک دم سے چھوڑ دیا جاتا تو وہ Sudden Flow جو ہوتا تھا وہ اس بندے کو بے ہوشی سے نکال دیتا لیکن اس کا خاص قاعدہ ہے آپ کسی کی گردن پر پاؤں مت رکھ دیجئے مر ہی نہ جائے ہاں وہ ایک خاص طریقہ تھا ان لوگوں نے سیکھ رکھا ہوتا تھا تو وہ بے ہوش ہو کر گر گئے تو وہ لوگوں نے باری باری ایک نے پیر رکھا۔ نہیں بھئی تمہیں سمجھ نہیں آئی۔ دوسرے نے تو حضور علیہ السلام کا گزر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ وہ بے ہوشی نہیں ہے۔ اس کی گردن مت توڑو کسی کے پاس کچھ کھانے کو ہے تو لے آؤ یہ بے چارہ بھوک سے بے ہوش ہو گیا۔ بعد میں وہ بھی اس حال کو پہنچے تھے کہ ان کے گھر پہ جو قالین ہوتا تھا اس میں ٹخنوں ٹخنوں تک پاؤں دھنس جاتے تھے جو مال غنیمت سے ان کے حصے میں آئے تھے اور وہ ان کا حق تھا اور رزق حلال تھا اور پھر وہ خود فرماتے تھے کہ بخ بخ ابو ہریرہ تو وہی ہے جو بھوک سے گلیوں میں گر جایا کرتا تھا۔ اس قالین پہ چلنے میں تجھے اکڑ نہ آجائے تو اتنا گھمنڈ نہ کر۔ کمال یہ تھا ان حضرات کا کہ جس طرح وہ مطیع اس افلاس میں تھے ارب پتی ہو گئے تو بھی اتنے ہی اطاعت گزار تھے مال کی کمی انہیں پریشان نہ کر سکی اور مال کی زیادتی ان کے لئے کوئی رکاوٹ نہ بن سکی۔ اصل کمال یہ تھا یہ مفلسی جو ہے یہ بے شمار گناہوں سے بندے کو بچانے کا سبب خود بن جاتی ہے۔ ہم تو مفلسی سے ڈرتے ہیں نا لیکن حق یہ ہے کہ یہ مفلسی یہ غریبی جو ہے اتنی بڑی نعمت ہے کہ ہزاروں ایسے گناہ ہیں جن سے بچانے کا یہ سبب بن جاتی ہے اور حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جنت میں جانے والوں کی جو پہلے پہلے جنت میں پہنچیں گے ان میں اکثریت مفلسوں کی ہو گی جن کے پاس دنیوی مال کم گناہ کے مواقع کم وسائل کم اور یہ ان کے حساب کو ہلکا کرنے کا سبب بن جائے گی۔ مالدار حساب دے رہے ہوں گے جب مفلس اپنا پلہ چھڑا کر پہنچ چکے ہوں گے۔ خیر یہ اس کی مرضی کسی کو کیا دیتا ہے۔ کتنا دیتا ہے اور اس کو کہاں خرچ کرنے کی توفیق دیتا ہے لیکن قاعدہ یہ ہے کہ رزق معین ہے اور اس کائنات کا ایک ایک ذرہ ایک طے شدہ پروگرام کے مطابق چلتا ہے کسی ذرے کی جرات نہیں ہے کہ اس پروگرام سے ذرا ہل جائے اگر انسان نے کمپیوٹر ایجاد کرلیے ہیں اور پروگراموں کو کمپیوٹرائز کر دیتا ہے اس حد تک کہ ہوا میں اڑنے والے جہاز کو کمپیوٹر ٹیک آف کرا دیتا ہے اور ہوا سے آنے والے جہاز کو کمپیوٹر لینڈنگ کرا دیتا ہے اگر اتنی طاقت انسانی کمپیوٹر میں ہے صدیوں پہلے کی منصوبہ بندی کر دیتا ہے اور رزلٹ اس کے مطابق آتے ہیں دنیا جہان کے موسم دنیا جہان کی خبریں دنیا جہان کی باتیں دنیا جہان کے میچ سارے جہان کی سائنس ایک اتنے سے ڈبے میں بند ہے اگر آپ کو سمجھ ہے تو آپ ساری چیزیں اس سے معلومات حاصل کرلیتے ہیں اور سب کچھ اس کے مطابق ہوتا ہے بہت کم ہے کہ کبھی غلط ہو اگر مخلوق نے ایسے

حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جنت میں جانے والوں کی جو پہلے پہلے جنت میں پہنچیں گے ان میں اکثریت مفلسوں کی ہو گی جن کے پاس دنیوی مال کم گناہ کے مواقع کم وسائل کم اور یہ ان کے حساب کو ہلکا کرنے کا سبب بن جائے گی۔ مالدار حساب دے رہے ہوں گے جب مفلس اپنا پلہ چھڑا کر پہنچ چکے ہوں گے

میٹر اور پیمانے ایجاد کر لیے ہیں تو خالق کا جو کمپیوٹرائز سسٹم ہے اسمیں کوئی اول جھول ہو سکتی ہے۔

لا تتحرک ذرۃ الا باذن اللہ۔ کوئی ایک ذرہ اپنی جگہ سے اس کی اجازت اور پروگرام کے بغیر نہیں ہل سکتا جہاں ہم کہتے ہیں ناکہ یہ کام میں نے کرلیا میری تدبیر تھی اور وہاں ہوتا یہ ہے کہ اتفاقاً" ہماری انگلی بھی اس خانے میں پڑ جاتی ہے۔ جس خانے میں کمپیوٹرکام کر رہا ہوتا ہے ہم سمجھتے ہیں ہمارے دبانے سے ہو رہا ہوتا ہے۔ ہمارا کمال صرف یہ ہوتا ہے اگر ہم اپنی انگلی اپنے اختیار سے نہیں نبی علیہ الصلواۃ والسلام کے حکم کے مطابق رکھیں تو پھر ہمیں سمجھ آئے کہ ہماری چال کمپیوٹر کے ساتھ مل گئی ہے اور آخرت تو آخرت زندگی بھی آسان ہو جاتی ہے یہ دنیا بھی آسان ہو جاتی ہے اور اللہ کا یہ احسان ہے کہ جو اپنی حرکات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع کر دیتا ہے صلی اللہ علیہ وسلم اس کی انگلیاں اس کمپیوٹر پروگرام کے مطابق دیتی ہیں جو خالق کائنات نے پہلے سے فیڈ کر دیا ہے کائنات میں اور یہ تطابق جو ہے یہ اس کے لئے زندگی ہے اور وہ خود کو یہاں جنت میں محسوس کرتا ہے اسے کوئی پریشانی نہیں ہوتی اسے کوئی دکھ نہیں ہوتا۔ اسے کوئی مصیبت نہیں ہوتی۔ چونکہ وہ اس پروگرام کے ساتھ چل رہا ہوتا ہے۔ جب ہم اپنی مرضی سے دباتے ہیں تو کوئی انگلی کہیں پڑتی ہے کوئی کہیں پڑتی ہے تو کوئی سو میں سے ایک صحیح خانے میں آگئی تو ہم نے کہا کہ یہ تیر تو ہم نے مار لیا اور جتنی غلط پڑیں وہ تقدیر کے ذمے لگا دی یہ مقدر میں یہی تھا۔

بات بن جائے تو شان یہ تدبیر کی ہے
اور بگڑ جائے خطا کا تب تقدیر کی ہے

دراصل وہ ہماری آوارگی ہوتی ہے۔ بے راہ روی ہوتی ہے۔ اتباع سے محروم ہوتی ہے۔ جس میں ہم سمجھتے ہیں کہ اس طرح سے ہم بینافٹ Benefit حاصل کر لیں گے۔ مفاد حاصل کر لیں گے۔ یہاں بات اس مفاد کی ہو رہی ہے کہ لوگو! تمہارے مفادات اسکے دست قدرت میں ہیں تمہارا رزق اس کے دست قدرت میں ہے تم صرف مکلف ہو اس رزق کو وسائل کے ذریعے حاصل کرنے کے اور وہ وسائل جائز اور حلال ہوں گے تو اس رزق کا حصول عبادت بن جائے گا اور تم وسائل اپنی مرضی سے اور ناجائز اختیار کرو گے تو وہی رزق حرام بن کر تمہارے لئے مصیبت بن جائے گا ملے گا وہی تو یہ وہ فلسفہ حیات ہے۔

چونکہ معاش جو ہے یہ انسانی زندگی کی بنیاد ہے حکومتوں سے لے کر گھروں تک اور گھر سے لے کر ایک بندے کی ذات تک ساری زندگی کا جو پروگرام ہے وہ معاش پر اس کی بنیاد ہوتی ہے۔ کون کتنا کماتا ہے۔ کون کتنا دولت مند ہے۔ کس کے پاس کتنا سرمایہ ہے۔ اتنا وہ محترم ہو جاتا ہے عجیب بات ہے اگر گدھے کے گلے میں سونے کی گھنٹی باندھ دو تو یہ معاشرہ اسے بھی کرسی پیش کرنے کو تیار ہے۔ صرف اس گھنٹی کے لئے یہ کوئی نہیں دیکھنا چاہتا کہ یہ گھنٹی گدھے کے گلے میں بندھی ہوئی ہے اور آج ہمارا یہی حال جس سے ہم گزر رہے ہیں۔ آج واقعی سونے کی گھنٹی گدھوں کے نہیں درندوں کے گلے میں ہے۔ پالتو کتوں کے گلے میں ہے۔ انگریز کے پالتو کتوں کے گلے میں ہے۔ اس ملک کی معاش پہ وہ لوگ قابض ہیں۔ جنہوں نے ملک سے غداری کی قوم سے غداری کی دشمنی کی اپنوں کا خون بہایا اور اس وطن عزیز کو صدیوں انگریز کا غلام، ڈیڑھ سو سال انگریز کا غلام رکھا، انگریزی حکومت کی بقا کے لئے محنت کی۔ کام کیا اور انگریزوں نے صلے میں جاگیریں دیں۔ ہماری مصیبت بنیادی طور پر صرف جاگیردار ہیں۔ اس پورے ملک پر خدا

بھی ٹلیں اور جسے غیر مسلم اقلیتوں کے ووٹ بھی ملیں اور مزے کی بات یہ ہے کہ یہ واحد ملک ہے جہاں ان لوگوں کو حکمرانی نصیب ہوتی ہے۔ میں نے کسی یورپین ملک میں کسی امریکن اسمبلی میں اقلیتوں کی کوئی سیٹ دیکھی' سنی' پڑھی نہیں ہے۔ جمہوریت کے بنتے ہیں چیمپئن اور علمبردار تو وہ بنتے ہیں برطانیہ میں بائیس لاکھ کے قریب اب پچیس لاکھ ہوں گے مسلمان۔ ان کے لئے تو کوئی سیٹ نہیں ہے۔ اقلیت کو وہ کہتے ہیں۔ اوپن ملک پڑا ہے۔ تم بھی الیکشن لڑ لو۔ جمہوریت ہے وہاں وہ جمہوریت ہے۔ یہاں یہ جمہوریت ہے کہ اتنی سیٹیں ان چوہڑوں کو دو۔ ان کو اس میں منسٹر بھی بناؤ وزیر بھی بناؤ۔

لیکن اس سب کا ذمہ دار کون ہے میں اور آپ اس ساری صورت حال کا ذمہ دار وہ طبقہ ہے وطن عزیز کا جو خود کو نیک کہلواتا ہے۔ بدکار سے آپ کیا امید رکھتے ہیں' چور سے آپ کیا امید رکھتے ہیں۔ شرابی سے آپ کیا امید رکھتے ہیں۔ جواء کھیلنے والے سے آپ کیاامید رکھتے ہیں۔ ہیروئن پینے والے سے کسی راست بازی کی امید آپ رکھتے ہیں۔ اگر ان سے کسی بھلائی کی امید نہیں ہے۔ وہ ہمیشہ بدکاروں ہی کو سپورٹ کریں گے تو یہ جو خود کو نیک اور دین دار کہلاتے ہیں یہ کس کو سپورٹ کرتے ہیں۔ اگر ہم بھی ہمارا سارا تقدس بھی اپنے محراب سمیت اپنے ماتھے کو انہی کے دروازے پہ جھکاتے ہیں تو پھر وطن عزیز پر جو ظلم ہو رہا ہے اس کے ذمہ دار ہم ہیں جو خود کو نیک کہلواتے ہیں۔ آپ چور سے کس دیانت کی امید رکھتے ہیں چور تو چوری ہی کے لئے آئے گا وہ جس کے ذمہ چوکیداری تھی وہ بھی چوروں کے ساتھ شامل ہو گیا۔ یعنی ظلم تو یہ ہے کہ جسے چوکیداری کرنا چاہئے تھی۔ اب اس قوم کا حشر دیکھ لو جی ایک اسمبلی ٹوٹ گئی جی دوسری بنانے کے لئے نوے دن میں بناؤ بھئی کون سا منزل من اللہ یہ آپ کا آئین ہے کہ وہ اسمبلی نوے ہی دن میں بنے کسی غریب کو سوچنے تو دو۔ جنہوں نے جرم کیا ہے کسی کا محاسبہ تو کرو۔ کسی سے پوچھو تو سہی کچھ لوگوں کو میدان میں آنے تو دو۔ پتہ تو چلے کرتے کیا ہیں۔ وسائل انہی کے پاس ہیں اگر ملک آزاد ہو گیا تھا تو کتنی بڑی خوبصورت بات تھی کہ جاگیریں انگریز نے دی تھیں انگریزی حکومت کی بقا کے لئے انگریز گیا انگریزی حکومت گئی۔ انگریز کی دی ہوئی جاگیریں قومی خزانے میں واپس کرو۔ یعنی جو کچھ آج ہم بھگت رہے ہیں یہ سارا فساد اس دن ختم ہو گیا ہوتا اگر جاگیریں واپس ہو جاتیں اور اگر آج کوئی اللہ کا بندہ یہ جرات کرے اور ان سے وہ جاگیریں جو انگریز نے دی تھیں وہ لے لی جائیں۔ تو سارا معاشرہ خرابی سے پاک ہو جاتا ہے۔ نوے فیصد کام صرف ان کی واپسی میں ہو جاتا ہے کہ نوے فیصد سے زیادہ جرائم یہ جاگیردار کرتے ہیں اور جاگیر کے بل پر کرتے ہیں۔ یہ جنہیں آپ ہر کابینہ میں وزیر دیکھتے ہیں جتوئی صاحب ہوں یا کھر صاحب ہوں یہ ایک دن کی روٹی کے لئے مزدوری نہیں کر سکتے۔ کسی دفتر میں کلرکی نہیں کرسکتے۔ کسی کنویں پر جاکر وہ کدال نہیں مار سکتے اگر ان سے جاگیریں واپس ہو جائیں تو ان سے گدا بھی نہیں ہو سکتا ان میں یہ اہلیت بھی نہیں کہ گدا کریں۔

کہ لوگو! تمہارے مفادات اسکے دست قدرت میں ہیں تمہارا رزق اس کے دست قدرت میں ہے تم صرف مکلف ہو اس رزق کو وسائل کے ذریعے حاصل کرنے کے اور وہ وسائل جائز اور حلال ہوں گے تو اس رزق کا حصول عبادت بن جائے گا اور تم وسائل اپنی مرضی سے اور ناجائز اختیار کرو گے تو وہی رزق حرام بن کر تمہارے لئے مصیبت بن جائے گا ملے گا وہی تو یہ وہ فلسفہ حیات ہے

وہ جسے اپنے مفادات نہیں وطن عزیز کے مفادات اور اس بیچاری مظلوم قوم کے مفادات جسے عزیز ہوں۔ اربوں روپے فراڈ کر کے کھا گئے۔ صدر مملکت نے اسمبلی توڑدی اور صدر مملکت نے الزام لگا کر توڑی کیا عجیب بات ہے کہ جو جرائم اگر وہ ثابت نہیں تھے تو اسمبلی کیوں توڑی اگر ان کے پیچھے کوئی دلیل کوئی شہادت نہیں تھی تو کیا سنی سنائی بات پر اسمبلی توڑ دی ایک ملک کی پوری کیبنٹ تباہ کردی۔ اربوں روپے کی لاگت سے اور کتنے وسائل خرچ کر کے آپ ری الیکشن کراتے ہیں کیوں یہ بوجھ قوم پر ڈالا جس کے مریض ایک گولی کے لئے مر جاتے ہیں۔ جس قوم کو پینے کا پانی نہیں ملتا جو جنگل میں ان کھڈوں سے جہاں رات بھر خنزیر اور جنگلی درندے اس میں لیٹتے ہیں اور صبح انسان مجبورا" وہاں سے پانی پیتے ہیں۔ اس قوم کا اربوں روپیہ آپ کیوں لگا رہے ہیں الیکشن پر۔ پھر انہیں رہنے دیں ان کے خلاف کوئی نہیں ہے تو دو سال بعد خود چلے جائیں گے اور اگر وہ جرائم ثابت تھے اور آپ نے اسمبلی توڑی تو کم از کم ان الی گیشن ان باتوں پر تو سزا دی جائے جو صدر محترم نے گنی تھیں۔ کچھ تو پتہ چلے کہ چور کی بھی سزا ہے غریب آدمی جنگل سے لکڑی کاٹ کر لاتا ہوا پکڑا جائے تو آپ اسے جیل میں بھیجتے ہیں۔ حوالات میں بھیجتے ہیں عام آدمی کی طرح رہتا ہے دال کھاتا ہے اوردھکے کھاتا ہے اور یہ اربوں کے چور قومی چور اور ملکی غدار پکڑے گئے تو ان کے لئے وی آئی پی ٹریٹ منٹ کہاں سے آ جاتا ہے۔ ملک کا سب سے اچھا ریسٹ ہاؤس ان کے لئے سب جیل بن جاتا ہے۔ یہ تفاوت کہاں ہے یہ کون سی مخلوق ہے جو آسمانوں سے اتری ہے۔ جن کا کردار بھی نہیں ہے جن میں دیانت بھی نہیں ہے۔ امانت بھی نہیں ہے۔ شرافت بھی نہیں ہے اور غریبوں کا خون چوسنے والے ان درندوں کو اخلاقی جرائم میں بھی اتنا عزت سے رکھا جاتا ہے کہ اربوں روپے پھر ان ٹہلی سیوا پہ خرچ آتا ہے۔ عجیب بات ہے۔ عجیب مخلوق ہے اگر آپ کسی کو سٹیٹس دینا چاہتے ہیں کوئی سیاسی قیدی ہے دیں۔ بے شک لیکن جب اخلاقی قیدی ہے جو چوری میں قید ہے ڈاکے میں قید ہے قتل کرنے میں جو قید ہے اسے کون سی کلاس آپ دیتے ہیں اور وہ لوگ جو پرسوں تک چرواہے تھے اب اتنے مہذب کیسے ہو گئے لیکن یہ سارا کچھ کون کہے میں کہوں آپ کہیں ہم نہیں کہتے ہم اس لئے نہیں کہتے کہ ہمیں بھی اپنے مفادات انہی سے پورے ہونے کی توقع ہے جس دن اس ریت پر ہمیں یقین آ گیا کہ ہمارے مفادات حکمرانوں کے پاس نہیں سیاست دانوں کے پاس نہیں رب العالمین کی طرف سے ہیں پھر ہم ان سے یہ باتیں کہہ سکیں گے۔

ایک ہوتا ہے کہنے کا اسلام اور ایک ہوتا ہے کرنے کا اسلام اگر کوئی آدمی کہتا ہے میں مسلمان ہوں الحمداللہ یہ بات بھی معمولی نہیں ہے۔ یہ بہت بڑی بات ہے لیکن مزا کرنے میں ہے۔ کہنے میں نتائج مرتب نہیں ہوتے نتائج اعمال سے مرتب ہوتے ہیں۔ آپ کہتے رہیں سارا دن میں نے کھانا کھالیا میں نے کھانا کھا لیا پیٹ بھر جائے گا دنیا بھر کے کھانوں کی فہرست بنا کر گنتے رہیں تو پیٹ بھر جائے گا دنیا بھر کی دواؤں کی فہرست گنتے رہیں علاج ہو جائے گا کہنے سے نہیں ہو گا کرنے سے ہو گا عمل سے ہو گا اسلام کے ثمرات بھی عمل کی راہ دیکھ رہے ہیں اور ہمیں چاہئے اے کاش ہمیں اللہ وہ جرات دے کہ اس ٹوٹی ہوئی اسمبلی میں دوبارہ بے دینوں سے اسے جڑنے نہ دیں اور یار اگر نیک نہیں ملتے۔ ولی اللہ نہیں ملتے۔ عالم نہیں ملتے تو چور اور ظالم اور ان پڑھ بھی تو نہ ہوں کوئی درمیانی درجہ تو ہو کم از کم ایسے تو ہوں جن کے خلاف

کوئی ڈاکے کا پرچہ تو نہ ہو یار اس ملک کا تماشہ دیکھو ایک طرف بندے کے پیچھے پولیس پھر رہی ہے' قتل کا پرچہ ہے اسکے خلاف۔ حکومت اسے ہائیکورٹ کا جج بنا رہی ہے شاباش بھائی۔ پنجاب کی پولیس تلاش کرتی پھرتی ہے اور وفاق میں اسے وزیر بنا دیا جاتا ہے کراچی سے آتا ہے۔ اسلام آباد جہاز پر نہیں آتا وہ سندھ میں اتر کر بہاولپور سے کہیں پرے رحیم یار خان سے پرے ہیلی کاپٹر ہائر کرتا ہے کہ میں اسلام آباد لینڈ کروں گا یہ جو اسلام آباد کا ہوائی اڈا ہے یہ تو پنجاب کی حد ہے اس میں مجھے پولیس نہ پکڑلے آپ کے وفاقی وزیروں کا حال ہے اور یہ کتنی حوصلہ مند قوم ہے قوم کون ہے میں قوم ہوں آپ قوم ہیں ہمارا کتنا حوصلہ ہے۔ ایسے لوگوں کو ہم برداشت کرتے ہیں اور ان کے ساتھ اب لوگ درخواستیں لیے ہوئے اسی کے دروازے پر کھڑے انصاف مانگ رہے ہیں کمال ہے حد ہو گئی۔ اگر خود ہمیں احساس نہیں ہو گا تو کوئی ایسا معجزہ ظہور پذیر نہیں ہو گا کہ از خود ایسا ہو جائے گا۔

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم۔ قاعدہ ہے کہ جس کو اپنے حال کا احساس نہ ہو وہ تبدیلی کے لئے محنت نہ کرے اللہ اسکا حال تبدیل نہیں فرماتا۔

مجھے سیاسیات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے اور نہ میں بھی سیاسیات میں آنے کا کوئی تصور رکھتا ہوں اور نہ میرے پاس فرصت ہے اور نہ میں خود میں اہلیت پاتا ہوں کہ میں کسی ملک کو چلالوں گا یہ ایسی کوئی بات نہیں ہے مجھے ووٹ نہیں لینے کسی کی کنونسنگ بھی نہیں کرنی کسی کے لئے ووٹ مانگنے بھی نہیں جاتا۔ میں یہ دینی فریضہ سمجھ کر عرض کر رہا ہوں کہ ہمیں یہ احساس ہو جانا چاہئے کہ ہم دوبارہ کون سی اسمبلی کیسے لوگوں کی بنانے چلے ہیں۔ ارے یار کہیں کسی جگہ تو اس ظلم کو روکا جائے اسمبلی بنی اسمبلی ٹوٹ گئی پھر وہی لوگ آگئے جی دوچار اقتدار سے باہر ہو گئے' دوچار نئے چہرے اندر آگئے لیکن Over All اسمبلی میں وہی لوگ اگر بہت بڑی تبدیلی بھی آئی تو اس خاندان کا کوئی دوسرا فرد آگیا۔ باپ کی جگہ بیٹا بھائی کی جگہ دوسرا بھائی' بہنوئی کی جگہ سالا' ماموں کی جگہ بھانجا لیکن ان مروجہ خاندانوں سے باہر نہیں گئی وسائل ہی ان کے پاس ہیں لوگوں کی امیدیں انہی کے در سے وابستہ ہیں اور کتنے سادہ ہیں لوگ دین کے لئے وضو نہیں کر سکتے تکلیف ہوتی ہے لیکن یہ سڑکوں پر اپنے اوپر تیل ڈال کر آگ لگا لیتے ہیں۔ کیوں ایسا ہوتا ہے وہ بندہ جو نماز پڑھنے سے اس لئے گھبراتا ہے کہ بار بار اپنا منہ کون دھوئے بڑا مشکل کام ہے وہ اپنے پر تیل لگا کر آگ کیوں لگا لیتا ہے۔ اسے یقین ہوتا ہے کہ میرے مفادات اس کے ساتھ ہیں اسے اس نے رب مانا ہوا ہے۔ اگر اللہ کو رب مانتا تو اس کے لئے قربانی دیتا جسے رب مانا ہوا ہے اس کے لئے قربانی دے رہا ہے اور حقیقتاً" جو سب سے قبیح شرک ہے وہ یہ ہے جو ہمارے اندر چھپا ہوا ہے جو ہمارے سجدوں سمیت ہماری تسبیحات سمیت ہماری نیکی کے دعوؤں سمیت ہمارے اندر جو چھپا رہتا ہے۔ یہ سب سے نقصان دہ شرک ہے۔ اللہ ہمیں اس سے نجات دے اللہ ہمیں شعور دے اور وہ جرات دے کہ اب کے پھرچوروں کی اسمبلی کم از کم نہ بنے۔ یہ پھر گیند ہماری کورٹ میں ہے دیکھیں ہم کیا فیصلہ کرتے ہیں۔ اللہ کریم نیک فیصلے کی توفیق عطا فرمائے اور برائی کا راستہ روکنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہم جب بات کرتے ہیں تو نفاذ اسلام کی کرتے ہیں اور جب کام کرتے ہیں تو ہم سے صحیح اسمبلی بھی نہیں بنائی جا سکتی۔ بے دینوں اور بدکاروں کو آگے لے آتے ہیں۔ اللہ معاف فرمائے۔

کفر کے خلاف جہاد

مولانا محمد اکرم اعوان

"حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو ساری کائنات کے لئے رحمت مجسم ہیں کی ذات با برکات کو ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ کافروں کی اطاعت مت کیجئے۔
فلا تطع الکافرین کسی بھی حال میں کافروں کی بات نہیں مانی جائے گی اور اگر ان کی بات نہیں مانی جائے گی تو پھر دوسری کیا ہو گی۔ فرمایا
اپنی انتہائی قوت استعمال کرتے ہوئے ان سے جہاد کیجئے۔ کفر اور اسلام کا صرف اور صرف یہی ایک رشتہ ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ ہمارے آج کے محققین ان معاہدوں کو درمیان میں لے آتے ہیں جو کبھی تو نبی کریمؐ نے مشرکین مکہ کے ساتھ کئے یا دوسری کافر طاقتوں سے یا یہود سے کئے۔ لیکن اصولی بات یہ ہے کہ یہ سارے معاہدے بعض شرائط کی بنیاد پر مسلمان ریاست کے اور ان کے درمیان وقتی طور پر جنگ کو معطل کرنے کے لئے تھے۔ کسی معاہدے میں یہ بات شامل نہیں تھی کہ مسلمان کافروں کی حکومت کو تسلیم کر لیں گے یا کافروں کا قانون مسلمانوں پر لاگو ہو جائے گا یا مسلمانوں کی معیشت میں کافروں کا انداز دخل ہو جائے گا اور وہ معاہدے وقت کی ضرورت کے مطابق اس طرح سے تھے کہ کافر اگر اپنی ریاستی حدود کے اندر کافر رہیں گے تو مسلمان بھی اپنی ریاست میں مسلمان رہیں گے۔ ان کے ریاستی امور اسلام کے مطابق انجام پائیں گے۔ ان کی معیشت اسلام کے مطابق ہو گی۔ ان کا قانون' ان کا انصاف' ان کی سیاست' ان کا ہر کام اسلام کے مطابق ہو گا۔ ہاں جہاں مسلمان ریاست اور کافر ریاست کا ٹکراؤ ہو' وہاں جس حد تک ممکن ہو سکے قیام امن کی راہ اپنائی جائے بشرطیکہ کافر زیادتی نہ کریں لیکن کوئی ایک معاہدہ آپ ایسا ثابت نہیں کر سکتے جو کافروں نے توڑا نہ ہو اور جس کے نتیجے میں پھر جہاد نہ کرنا پڑا ہو۔ اگر حدیبیہ میں ہوا تو مکہ والوں نے توڑا۔ یہود مدینہ کی ساتھ جو معاہدے ہوئے وہ یہودیوں نے توڑے جس کی انہیں سزا ملی۔ قتل کیے گئے اور پھر عرب سے نکال دیئے گئے۔ مدینہ منورہ سے نکال دیئے گئے۔ یوں جو معاہدے نبی کریمؐ نے حالات کی ضرورت کے مطابق تصادم کو موخر کرنے کے لئے فرمائے تھے وہ بھی کافروں نے توڑے اور ان میں سے کوئی بھی انہوں نے سلامت رہنے نہیں دیا۔ رہ گیا ہمارا حال جس پر ہم ان معاہدوں کو لے کر اس کا جواز پیش کرتے ہیں تو برصغیر پر جب مسلمان حکمرانوں سے انگریزوں نے حکومت چھینی شاہ عبدالعزیز دہلویؒ نے پوری ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا تھا۔ ان کے فتاوی عزیزیہ میں وہ فتوی آج بھی موجود ہے۔ فتوی یہ تھا کہ ہندوستان جس پر آج انگریز قابض ہو گیا ہے دارالحرب ہے۔ یعنی میدان جنگ ہے۔ میدان کارزار ہے۔ اس لئے نہیں کہ یہاں انگریز آ گیا ہے اس لئے کہ اسلامی نظام کی بساط لپیٹ کر کافر نے یہاں کافرانہ نظام زبردستی رائج کر دیا ہے۔ یعنی مروجہ اسلامی احکام کی بساط لپیٹ دی گئی اور کافرانہ نظام ریاست' نظام حکومت' نظام عدالت' نظام معیشت' نظام تعلیم رائج کر دیا گیا۔ اس لئے محدث عصر اور امام وقت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ نے

شاید ہم لوگوں نے اپنے آپ کو اسلام سے یا مسلمان قوم سے الگ ایک فرد سمجھ لیا ہے۔ ہم ایک تماشائی کی حیثیت سے دیکھ رہے ہیں۔ ہم نے اپنے وجود کو اور اپنی ذات کو اسلام سے بھی اور مسلمان قوم سے بھی الگ کر لیا ہے

فتویٰ دیا کہ ہندوستان دارالحرب ہے۔ مجھے یاد ہے کہ جب ہم نماز جمعہ ادا کرتے تھے تو جمعہ کے فرض پڑھنے کے بعد لوگ ظہر کے چار فرض ادا کرتے۔ یہ کیا تھا۔ تو بزرگ فرماتے تھے کہ یہ احتیاطاً" پڑھے جاتے ہیں۔ اسے ظہر احتیاطی کہتے ہیں کہ شاہ صاحب کا فتویٰ ہے کہ یہ زمین دارالحرب ہے اور دارالحرب میں جمعہ نہیں ہوتا۔ ظہر پڑھی جاتی ہے۔ تبدیلی ملک تک یہ بات گاؤں میں' دیہاتوں میں' قریوں میں' ہر جگہ ہر آدمی جانتا تھا۔

سوال یہ ہے کہ کیا پاکستان بن جانے کے بعد سرزمین پاکستان کو دارالاسلام کہا جائے یا یہ بدستور دارالحرب رہے گا کہ انگریز تو چلا گیا اب مسلمان حکمران آ گئے جو اسی سرزمین کے رہنے والے لوگ ہیں۔ ہمارے ہی بھائی ' بیٹے' بھتیجے ہیں۔ پھر تو یہ دارالسلام ہو گا۔ دارالامن ہو گا۔ لیکن بات یہ ہے کہ انگریز کے وجود سے یہ دارالحرب نہیں بنا تھا اس لئے بنا تھا کہ اسلامی ضابطوں کی جگہ انگریزی ضابطے آ گئے تھے' طرز حکومت انگریزی آ گیا تھا' طرز سیاست انگریزی آ گیا تھا' طرز معیشت انگریزی ہو گئی تھی' نظام عدالت انگریزی آ گیا تھا' نظام تعلیم انگریزی آ گیا تھا۔ اب صرف انگریز گیا ہے اس کا نظام یہاں سے نہیں گیا۔ پاکستان بن جانے کے بعد مسلمانوں کی حکومت بن گئی اسلام کی نہیں۔ حکومت مسلمانوں کے پاس ہے ملک دارالسلام نہیں بنا۔ ویسا ہی دارالحرب ہے۔ اسلئے کہ انداز سیاست وہی انگریزی' انداز تعلیم وہی انگریزی' انداز معیشت وہی انگریزی ہے۔ بلکہ انگریز کا دیا ہوا مکمل نظام من و عن بدستور رائج ہے۔ اس لئے آج کا کوئی عالم' آج کا کوئی مفتی' آج کا کوئی فاضل اس فتوے کو ہٹانے کی جرات نہیں کر رہا۔ ورنہ کسی مفتی نے تو فتویٰ دیا ہوتا کہ اب سرزمین پاکستان دارالحرب نہیں ہے۔ کم از کم میری نظر سے نہیں گذرا۔ میری اطلاع میں کوئی ایسا فتویٰ نہیں ہے۔

میدان کارزار کے اپنے ضابطے ہوتے ہیں۔ امن کے بتانے کے اپنے اصول۔ امن کے زمانے میں تو سکھایا جاتا ہے' سمجھایا جاتا ہے' تربیت کی جاتی ہے لیکن میدان جنگ میں جب جاتے ہیں تو وہاں تربیت کا امتحان ہوتا ہے۔ جب برستی آگ' بارش کی طرح برستی گولیوں یا آسمان سے گرجے بموں یا توپ کے گولوں کا سامنا ہوتا ہے تو وہ گھڑی فیصلے کی ہوتی ہے۔ میدان کارزار کا ہر فرد وہ فیصلہ کرتا ہے جس میں وہ سمجھے کہ ہماری جیت اور دشمن کی شکست ہے اور وہی سپاہی باوفا ہوتا ہے جو فیصلہ کرتے وقت صرف اپنی جان بچانے کے لئے فیصلہ نہ کرے بلکہ اپنی فوج' اپنی قوم کو فتح مند کرنے کے لئے فیصلہ کرے خواہ اسمیں اسکی جان چلی جائے۔ آپ نے دیکھا بعض سپاہیوں کو مرنے کے بعد ملک کے سب سے بڑے اعزاز دیئے جاتے ہیں اور بعض اعزاز ہیں ہی ایسے جو کسی زندہ کو دیئے ہی نہیں جاتے۔ جنہیں حاصل کرنے کے لئے مرنا ضروری ہے تو کیا وہ خودکشی کرنے والوں کو دیئے جائیں گے۔ ہرگز نہیں۔ ان لوگوں کو جو عین میدان کارزار میں ایسا فیصلہ کرتے ہیں جس میں وہ اپنی جان بھی ہار جاتے ہیں مگر وہ فیصلہ قوم کی بہتری کے لئے۔ دین کی فتح مندی اور باطل کی شکست کے لئے ہوتا ہے۔ اگر وہ سپاہی میدان کارزار میں خوابوں کا سہارا لینے لگیں تو وہ فوج کیا مقابلہ کرے گی۔ میدان کارزار میں وہ سپاہی کام کرتا ہے جو اپنی ذات کو اپنے مشن سے وابستہ کر لیتا ہے جس کے اپنے ذاتی مفادات کی حیثیت ثانوی ہو جاتی ہے۔

ہمارا یہ حال ہے کہ ہم بڑے سکون سے وظیفے بھی کرتے ہیں' تسبیحات بھی پڑھتے ہیں' تلاوت بھی کرتے ہیں' تبلیغی سفر بھی کر لیتے ہیں' چلے بھی لگاتے ہیں۔ لیکن آج بھی ہم جو جمعہ ادا کرتے ہیں ان کی صحت مشکوک ہے۔ فتوے کی زد میں ہیں۔ اس لئے کہ جن وجوہات کی بناء پر اس سرزمین کو دارالحرب قرار دیا گیا تھا وہ وجوہات رفع نہیں ہوئیں وہ اسباب زائل نہیں ہوئے وہ اپنی جگہ قائم ہیں۔ جب سبب قائم ہے نتیجہ قائم رہے گا۔ اب اس حال میں قوم کی حالت یہ ہے کہ جو ڈاک مجھے آتی ہے اس میں سے آدھی سے زیادہ ڈاک لوگوں کے خوابوں پر مشتمل ہوتی ہے اور باقی آدھی حصول معاش کے لئے' روزگار کے لئے کہ کوئی وظیفہ بتایئے۔

میں نہیں سمجھتا کہ میدان جنگ میں کسی کو اتنی نیند آتی ہو گی کہ وہ خواب دیکھا کرے' شاید ہم لوگوں نے اپنے آپ کو اسلام سے یا مسلمان قوم سے الگ ایک فرد سمجھ لیا ہے۔ ہم ایک تماشائی کی حیثیت سے دیکھ رہے ہیں۔ ہم نے اپنے وجود کو اور اپنی ذات کو اسلام سے بھی اور مسلمان قوم سے بھی الگ کر لیا ہے ہم فارغ ہیں ہم بیٹھے خواب دیکھا کرتے ہیں۔ ہمارے پاس فرغ ہے۔ ہم خود کو امیر ترین بندہ بنانا چاہتے ہیں۔ ہم دولت جمع کرنا چاہتے ہیں۔ کل ٹی وی پر ایک ہندی اشلوک سنا "جو دوجے کو نردھم کرے دھنوان وہی بن سکتا ہے۔" اس میں انہوں نے امیر بننے کا ایک بڑا اچھا نسخہ بتایا ہے کہ جو دوسروں کو کنگال کرے وہ دولت مند بن سکتا ہے۔ دولت مندی کا نسخہ یہ ہے کہ دوسروں کو کنگال کرنے کی فکر کرو تم از خود امیر ہو جاؤ گے۔ جہاں سے آئے جس طرح آئے لوٹتے چلے جاؤ۔ دوسروں کے حقوق پر ڈاکے ڈالو۔ قارون بن جاؤ گے اور اگر یہ نہیں تو پھر رزق حلال میں تو دو وقت کا کھانا میسر آ جائے تو حالت جنگ میں تو پتے کھا کر بھی جیا جاتا ہے۔ ہمارے باپ دادا جو انگریز کے لئے لڑتے تھے انہیں راشن میں صرف مونگ پھلی ملا کرتی تھی۔ چنے کے دانے ملا کرتے تھے کوئی چائے' بسکٹ نہیں ہوتا تھا۔ دائیں بائیں گولے برس رہے ہوتے تھے۔ ارد گرد موت ناچتی تھی اور مردوں پر سے پھلانگ پھلانگ کر بھاگ رہے ہوتے تھے۔ کسی کو کسی پر مٹی ڈالنے کی فرصت نہیں ہوتی تھی۔ اگر انگریز کے غلبے کے لئے میدان کارزار میں اتنی تکلیف اٹھائی جاسکتی ہے تو جن لوگوں کی وفائیں محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں۔ جن لوگوں کو اپنے مسلمان ہونے کا دعوی ہے جن کی فضائیں اللہ اور اللہ کے قرآن کے ساتھ ہیں وہ دال روٹی کے پیچھے دوڑتے رہیں اور زندگی بھر ایک لقمہ روٹی کا حاصل کرنے کے لئے اسی اسی نوے' نوے برس عمر ضائع کر کے چلے جائیں اور ان کی کوئی رات اس فکر میں نہ گذرے کہ دین کو غالب کیسے کیا جائے۔ کوئی دل اس فکر میں بے قرار نہ ہو کہ کفر کے غلبے سے کیسے نجات حاصل کی جائے۔ صرف یہ ایک احساس دل میں آجائے بھوک مرجاتی ہے نیند اڑ جاتی ہے' خواب عنقا ہو جاتے ہیں اور یاد رکھئے کہ ہم بدستور حالت جنگ میں ہیں اور آپ بدستور میدان کارزار میں ہیں۔ اس حال میں ہیں جس میں اللہ اپنے حبیبؐ کو حکم دے رہا ہے۔ ولا تطع الکافرین کافروں کی اطاعت ہرگز نہیں کی جائے گی۔ جبکہ ہم کر رہے ہیں۔ ہماری معیشت کافرانہ ہے' ہماری سیاست کافرانہ ہے' اکثریت کی بنیاد پر حکومت کافرانہ ہے۔ اکثریت مکہ مکرمہ میں ابوجہل کے ساتھ تھی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں تھی اکثریت مدینہ منورہ میں بھی یہود اور کفار کی تھی۔ اکثریت جزیرۃ العرب میں بھی کفار اور مشرکین کی تھی بدر واحد میں حدیبیہ و خندق میں بھی اکثریت کافروں کی تھی تو

کیا اکثریتی فیصلوں کو مان کر نبی کریمؐ کو ہتھیار پھینک دینے چاہئیں تھے۔ اگر نہیں تو آج بھی اکثریت نہیں مانی جائے گی۔ حق مانا جائے گا' حق کا اتباع کیا جائے گا۔ سچائی کو مانا جائے گا۔

اللہ کریم کا ایک اصول ہے بندوں کے مزاج کے مطابق خود ارشاد فرماتا ہے قلیل من عبادی الشکور روئے زمین پر ہر دور اور ہر عہد میں میرے شکر گذار بندوں کی تعداد ناشکر گذاروں کی نسبت قلیل ہوا کرتی ہے۔ اگر کثرت کو سیاست کا اصول بنایا جائے تو ہمیشہ حکومت بے دینوں کی بدکاروں کی ہونی چاہئے۔ جیسے ہمارا سیاسی ڈھانچہ کافرانہ ہے۔ ویسے ہمارا معاشی نظام سارے کا سارا وہی ہے جو انگریز نے استوار کیا جو سود پر ہے اور لوٹ مار جس کی بنیاد ہے۔ جو غریب سے چھینتا ہے اور دولت مند کو مزید دولت مند بناتا چلا جاتاہے۔ جو قرآن کی رو سے حرام ہے۔ حرام' حرام میں بھی فرق ہے۔ قتل بھی حرام ہے اور ایک شخص کا قتل قرآن کی رو سے پوری انسانیت کے قتل کے برابر ہے۔ اس کی سزا سادہ سی ہے قتل کا بدلہ قتل' بدکاری بھی حرام ہے۔ اس کی سزا سنگسار ہے۔ اسی طرح سود بھی حرام ہے لیکن یہ صرف حرام نہیں ہے۔ سود کھانا اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے ساتھ اعلان جنگ ہے۔ ہر حرام ایک درجے کا نہیں ہوتا۔ سود کی حرمت ایسی ہے کہ سود دینے والا' لینے والا دونوں حرام کے مرتکب ہیں۔ سود کی رسید لکھنا حرام ہے۔ سود خوار کی گواہی دینا حرام ہے۔ سود کے لین دین پر گواہی دینا حرام ہے۔ لیکن ہماری معیشت سود پر استوار ہے جس کے خلاف جہاد کا حکم ہے۔ ہم نے اسکے ساتھ سمجھوتا کر رکھا ہے جس کے بارے قرآن کا حکم ہے کہ ان سے آخری حد تک مقابلہ کیا جائے ان سے مقابلہ کون کرے گا۔ اسلام کرے گا۔ اسلام کی شناخت اس کے ماننے والے اس کے پیروکار ہیں اور ماننے والے خوابوں پہ جیتے ہیں۔ ماننے والے سمجھوتہ کیے ہوئے ہیں۔ ماننے والوں کو کسی اور کا انتظار ہے جو کرے حضورؐ کے دادا جان کے زمانے میں مکہ مکرمہ پر ابرہہ چڑھ دوڑا اس لئے کہ اس نے سنا کہ عرب کے ایک مقام پر ایک گھر سے جسے لوگ اللہ کا گھر کہتے ہیں جہاں بڑی دنیا جمع ہوتی ہے اور لوگ اس کا طواف کرتے ہیں۔ اس نے چاہا کہ لوگ وہاں کے بجائے اس کے بنائے ہوئے گھر میں آئیں۔ اس نے اپنی ریاست میں خوب زر و جواہر سے مزین ایک خوبصورت گھر بنایا اور اعلان کیا کہ آؤ لوگو اس گھر کا طواف کرو اسے آباد کرواور یہ بھی کہ جو شخص بھی یہاں آئے گا اسکی خدمت کی جائے گی تواضع کی جائے گی مگر کوئی شخص اس نئے گھر کو نہ گیا۔ اسکے دل میں خناس سماگیا کہ جب تک مکے کا وہ معروف گھر قائم ہے تب تک دوسرے گھر کی طرف کوئی نہیں آئے گا۔ میں وہ گھر ہی کیوں نہ مٹا دوں۔ وہ مکہ مکرمہ پر چڑھ دوڑا۔ حضرت عبدالمطلب نے اہل شہر کو حکم دیا کہ شہر خالی کر دو اس لئے کہ ابرہہ کے ساتھ عظیم لشکر ہے اور ہم نہتے شہری اس شاہی فوج کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

ابرہہ کے فوجیوں نے ان کے کچھ اونٹ پکڑ لیے۔ مزدلفہ کے مقام پر اس نے خیمے لگا رکھے تھے۔ حضرت عبدالمطلب گئے۔ اسے آنے کی اطلاع کی گئی اس نے عزت سے بٹھایا۔ پوچھا کیسے آناہوا۔ آپ نے فرمایا تمہارے فوجیوں نے میرے کچھ اونٹ پکڑ لیے ہیں۔ ان کے لیے آیا ہوں کہ چھوڑ دیئے جائیں۔ بڑا حیران ہوا۔ اتنا اونچالمبا تومند جوان' مکے کا رئیس۔ کہنے لگا کہ میں آیا ہوں کعبے کو ڈھانے کے ارادے سے اور میں سمجھ رہا تھا آپ میرے ساتھ اس موضوع پر بات کریں گے آپ نے اونٹوں کی بات کی۔ انہوں نے فرمایا۔ میں اونٹوں کا

مالک ہوں اونٹ میرے ہیں۔ میں نے ان کی بات کی ہے۔ جس گھر کو تو گرانے آیا ہے اس گھر کا بھی ایک مالک ہے۔ تیری طاقت' تیری سپاہ' تیری فوج ہماری حیثیت اور طاقت سے بالاتر ہے ہم تجھ سے بات نہیں کر سکتے۔ ہم نے مالک سے کہہ دیا ہے وہ اپنے کعبے کی بات خود کرے گا تیرے ساتھ اور وہی ہوا مالک نے کعبے کی بات کر لی۔ دنیا کے کمزور ترین پرندے کو اس پر مسلط کر دیا۔ الم ترا کیف...... اسے مخاطب کیا تو نے نہیں دیکھا کہ ان ہاتھی والوں کا تیرے پروردگار نے کیا حشر کیا۔ اس نے ان پر ابابیلوں کا لشکر بھیج دیا۔ ہر ایک کے پنجے میں ایک ایک کنکر تھا اور ان کی لاشیں جانوروں کے اگلے ہوئے بھوسے کی طرح پڑی تھی۔

اس کے بعد کعبے پر کئی دفعہ طوفان آئے لوگوں نے حجر اسود اکھیڑ لیا۔ بیس برس تک کعبہ حجر اسود سے محروم رہا کوئی ابابیل نہیں آیا۔ عین مطاف میں حاجی قتل کیے گئے کوئی ابابیل نہیں آیا۔ ابن زبیرؓ جیسے لوگوں کو سولی پر لٹکا دیا گیا کوئی ابابیل نہیں آیا۔ پھر کیا ابابیل کے لشکر ختم ہو گئے یا اللہ کی ملکیت ختم ہو گئی بات کیا ہوئی۔

بات یہ ہوئی کہ بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ نے فرمایا۔ اے نبیؐ اب کعبے کی رکھوالی تیرے ذمے ہے۔ اب ابابیل نہیں آئیں گے۔ اب اگر سلامت رہنا ہے تو تیرے جانثاروں کے خون پر سلامت رہے گا۔ اگر یہ اس کی حفاظت کا حق ادا نہ کر سکے تو پھر اسے گر جانے دو۔ مجھے اب حیا آتی ہے کہ میں اب بھی ابابیلیں بھیجوں تب سے اب تک کوئی ابابیل نہیں آیا اور کبھی نہیں آئے گا۔ کعبہ گرا دیا جائے گا۔ طواف ختم ہو جائے گا۔ قیامت آ جائے گی ابابیل نہیں آئیں گے۔ دنیا کی بساط لپیٹ دی جائے گی۔ کعبے کو بچانے کے لئے اللہ ابابیل نہیں بھیجے گا۔ یہ فیصلہ اس نے کر دیا اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشین گوئیوں میں موجود ہے کہ کعبہ گرا دیا جائے گا حج موقوف ہو جائے گا اسے گرتے ہوئے بچانے کے لئے ابابیل نہیں آئیں گے۔

مجھے سمجھ نہیں آتی ہم جن کے کندھوں پہ دین کی عمارت استوار ہے ہم کس آنے والے کا انتظار کرتے ہیں۔ ہر بندہ کہتا ہے کہ کوئی آئے گا۔ کون آئے گا۔ کوئی نہیں آئے گا نہ کوئی آسمان سے لٹکے گا۔ نہ کوئی زمین سے اگے گا۔ یہ میری' آپ کی' ہم سب کی ہر اس بندے کی ذمہ داری ہے جو کہتا ہے لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ ایک وقت آئے گا جب اللہ کے حضور ہم سب کو جواب دینا ہو گا اور یہ بتانا پڑے گا کہ ہم نے کفر سے سمجھوتا نہ کرنے کے لئے کیا کچھ کیا' ہم نے جہاد کے لئے کتنا ایثار کیا ہمارے پاس مال تھا ہم نے خرچ کیا۔ ہمارے پاس وقت تھا ہم نے وقت خرچ کیا' جان تھی کبھی دینے کا ارادہ کیا۔ اگر بچاتے ہی بیت گئی تو بات کیا ہو گی۔ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا کہ کسی کو زندگی بھر یہ خیال ہی نہ آئے کہ میں اللہ کی راہ میں مارا جاؤں۔ میری جان بھی اسلام کی راہ میں کام آئے۔ میں بھی جہاد میں حصہ لوں۔ مجھے بھی شہادت نصیب ہو۔ اگر کسی کو زندگی بھر یہ خیال بھی نہیں آیا۔ فقدمات موت الجاھلتہ تو وہ ایسی موت مرا جیسی موت لوگ میری بعثت سے پہلے مرا کرتے تھے۔ گویا اس نے نہ میرا زمانہ پایا۔ نہ میری نبوت کا زمانہ پایا۔ نہ میری بات سنی نہ مجھ پر ایمان لایا۔ مجھ سے پہلے مر گیا۔

تو میرے بھائی ہمارے پاس خوابوں کی فرصت نہیں ہے نہ خواب دیکھنے کی نہ خواب سننے کی۔ ہمارے پاس حیلوں' بہانوں سے ٹالنے کا وقت بھی نہیں۔ ہمارے پاس اللہ کا حکم موجود ہے کہ کفر کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔

فلا تطع الکافرین

کفر کی اطاعت یا اسلام کی اطاعت کیا کسی فرد کی اطاعت ہوتی ہے۔ نہیں۔ یہ ضابطوں کی قوانین کی اطاعت ہوتی ہے۔ کفر جو کافرانہ ضابطے بناتا ہے اس کی اطاعت کرنے سے منع کیا جا رہا ہے اور جہاد میں اپنی انتہائی قوت صرف کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے اور یہ حکم نزول سے لے کر قیام قیامت تک باقی ہے۔ اس میں کوئی لوچ نہیں کوئی تنسیخ نہیں اور ہم سب مکلف ہیں اس جہاد کے کرنے کے۔ آپ کو عرض کرتا چلوں ریاست اسلامی کے قیام کا طریقہ ہی جہاد ہے۔ وہ جہاد جو نہ کسی کو نیچا دکھانے کے لئے ہو نہ کسی فرد کو تخت پر بٹھانے کے لئے ہو۔ وہ جہاد جو کفر کو مٹا کر دین برحق کا غلبہ قائم کرنے کے لئے کیا جائے وہی جہاد کہلائے گا۔

بات یہ ہوئی کہ بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ نے فرمایا۔ اے نبیؐ اب کعبے کی رکھوالی تیرے ذمے ہے۔ اب ابابیل نہیں آئیں گے اب اگر سلامت رہنا ہے تو تیرے جانثاروں کے خون پر سلامت رہے گا اگر یہ اس کی حفاظت کا حق ادا نہ کر سکے تو پھر اسے گر جانے دو۔ مجھے حیا آتی ہے کہ میں اب بھی ابابیلیں بھیجوں تب سے اب تک کوئی ابابیل نہیں آیا اور کبھی نہیں آئے گا

ہمارے سامنے افغانستان کی مثال موجود ہے۔

مسلمان روس کے خلاف بڑی بے جگری سے لڑے۔ روسی فوج کے بارے میں پون صدی سے یہ محاورہ بن چکا تھا کہ روسی فوجیں جہاں اترتی ہیں وہاں سے واپس نہیں جاتیں۔ زاروں کے زوال سے لینن اور سٹالن نے جہاں تک روسی حدود کو وسعت دی یہ کلیہ قائم رہا۔ لیکن افغانستان کے جہاد نے نہ صرف روس کے سپاہیوں کو واپسی پر مجبور کیا بلکہ خود روس کے ٹکڑے کر دیئے۔ اتنی بڑی قربانی کے بعد بھی اسلام نافذ نہیں ہو سکا۔ کیونکہ اس میں بڑی بڑی سات جماعتیں لڑ رہی تھیں جن میں سے تین تو افغان نیشنلزم پر لڑ رہی تھیں کہ بحیثیت افغان 'افغانستان ہمارا ہے۔ چار جماعتیں دین کے نام پر لڑ رہی تھیں۔ ان چاروں کی قیادت الگ الگ تھی اور اپنی اپنی قیادت کی کامیابی کے لئے لڑتی تھیں۔ اجتماعی طور پر دین کے لئے وہ بھی کام نہیں کر سکیں۔ اگر مقصد دین ہی ہوتا تو جماعتیں سات نہ ہوتیں۔ جماعت ایک ہو جاتی اور اگر اس وقت سات کی ایک جماعت ہو جاتی تو وہی وقت تھا کہ جو انچ زمین ان کے پاس آتی اس پر اسلام غالب ہوتا۔ لیکن چونکہ فتح کرنے والے سات گروپ تھے۔ سات قسم کا اسلام تھا۔ ہر کوئی اپنی پسند کو اسلام کا نام دے رہا تھا۔ نتیجتاً" ایک ایسی جماعت بھی پیدا ہو گئی جس میں کسی کا کچھ نہیں تھا جو محض اللہ کے نام پر کھڑی ہو گئی جسے آپ طالبان کہتے ہیں۔ انکے ہاتھوں اسلام پورے ملک پر نافذ ہو گیا۔ مخالف دھڑوں میں بڑے بڑے نام تھے۔ بڑے بڑے پارسا بھی۔ پروفیسر ربانی صاحب بھی تھے۔ حکمت یار خان بھی تھے۔ رشید دوستم جیسے بڑے بڑے بدمعاش بھی تھے اور طالبان کے خلاف امریکہ و روس بھی متحد تھے۔ لیکن طالبان کا مقصد جہاد صرف نفاذ اسلام تھا۔ اب ساری فوجی طاقتیں دم توڑتی جا رہی ہیں اور وہ لوگ جن کے پاس ابھی تک وردی نہیں ہے۔ باقاعدہ یونٹس نہیں ہیں۔ باقاعدہ عہدے' دفاتر نہیں ہیں۔ ڈھنگ کا لباس نہیں ہے۔ کسی کے پاؤں میں جوتا ہے' کسی کے نہیں ہے' کسی نے ٹوپی پہن رکھی ہے' کسی کی شلوار پھٹی ہوئی ہے' کسی کا کوٹ پھٹا ہوا ہے اور یہ سب کون ہیں؟ کوئی سالار لشکر ہے' کوئی امیر ہے۔

یہ وہ جگہ ہے جہاں عرصے سے امن نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ لڑکے اغواء ہوتے تھے' عورتوں کی بے حرمتی

ہوتی تھی۔ جان و مال لوٹا جاتا تھا۔ اب وہاں کسی کو کچھ نہیں کہا جاتا اور یہ وہ جہاد ہے جس کا حکم قرآن دے رہا ہے۔ وہ جنگ' وہ مقابلہ جس کے نتیجے میں اسلام قائم ہوتا جائے۔ اسلامی نظام قائم ہوتا جائے' اسلامی دستور و آئین نافذ ہوتا جائے' وہ جہاد ہے اور اس کا حکم اس ہستی کو دیا جا رہا ہے جو ساری کائنات کے لئے رحمت الٰہی ہے کہ میرے رحیم و کریم رسولؐ کفر کے ساتھ سمجھوتا نہیں ہو گا۔ کفر اور اسلام ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ نور اور ظلمت' روشنی اور اندھیرے میں دوستی کا رشتہ نہیں ہے ایک کا وجود دوسرے کا عدم ہے۔ حق و باطل میں سمجھوتے نہیں اور کفر یہ سمجھوتے کی مسلمان کو اجازت نہیں۔ للٰذاہم سب پر فرض ہے کہ ہم اللہ کے دین کے غلبے کے لئے کام کریں۔ میدان عمل میں اپنی کوششیں' اپنا مال' اپنا وقت اور اپنی جانیں تک پیش کریں۔ جو شے بھی ہماری ملکیت ہے ہمارا وقت ختم ہونے پر ہمارے پاس نہیں رہے گی جو اس کے نام پر دے دیں گے اس کی قیمت ہو گی چھپا کر رکھنے والوں کا حال بھی لے لیا جائے گا' جان بھی لے لی جائے گی اور پھر اس کی کوئی قیمت بھی نہیں پڑے گی۔

میرے بھائی خوابوں کی زندگی سے نکلو۔ وہم اور وساوس سے نکلو۔ بندہ کچھ بھی نہ کر سکے تو کم از کم اسے یہ یقین تو ہو کہ اسے کیا کرنا ہے۔ ہماری بدنصیبی تو یہ ہے کہ ہمیں یہ شعور بھی نہیں کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔ اللہ کریم اگر یہ فکر سلیم دے دیں تو عمل کے راستے نکل آتے ہیں۔ یہ ہم سب پر فرض ہے کہ اس کافرانہ نظام کو مٹا کر اسلام کا عادلانہ نظام قائم کریں۔ اس میں نہ کسی حکومت کا ڈر ہے نہ کسی ایجنسی کا خوف۔ اس میں نہ کسی کی مخالفت ہے نہ موافقت۔

اس مقام پر پیپلز پارٹی ہو یا مسلم لیگ۔ سیاسی جماعتیں یا دینی جماعتیں جو مروجہ الیکشنوں میں حصہ لیتی ہیں وہ اس زمرے میں شامل ہیں کہ کفر کے ساتھ سمجھوتا کر کے چل رہی ہیں۔ ہمارے سارے قائدین جو دینی' سیاسی جماعتوں کو چلا رہے ہیں وہ یہ جانتے ہیں کہ یہ **کافرانہ اندازسیاست ہے جو شرعاً" حرام ہے۔ یہ الگ بات** ہے کہ کوئی ملک کے نام پر لوٹ رہا ہے کوئی قوم کے عشق میں بیمار پڑا ہوا لوٹ رہاہے۔ کوئی دین کے نام پر چندے کھا رہا ہے۔

اظہر حق کہنے سے کوئی ناراض ہوتا ہے تو ہوا کرے اس لئے کہ حق کہنے سے اللہ راضی ہوتا ہے۔ اللہ کا نبیؐ راضی ہوتا ہے اس رضامندی پر اگر کوئی دوسرا روٹھتا ہے تو روٹھ جائے کہ بات سمجھوتوں کی نہیں ہے حق و باطل کی ہے۔ خوابوں کی دنیا سے نکلو خود کو کم از کم اس جگہ ضرور لے آؤ جہاں یہ کہہ سکو کہ ہم نے اپنی مقدور بھر کام کیا اس میں اپنا مال' کوشش وقت لگانے کے لئے تیار کھڑے ہیں۔ اللہ کریم ہمارے گناہوں سے درگزر فرما کر ہمیں اس کار خیر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

برائے فروخت

گرین ٹاؤن لاہور میں ایک کنال فیکٹری پلاٹ جس میں ایک شیڈ اور ایک کمرہ تعمیر شدہ ہے برائے فروخت ہے۔ نیز ایک لیتھ مشین ایک ملنگ مشین اور چند ایک پلاسٹک مولڈنگ مشینیں بھی برائے فروخت موجود ہیں۔

رابطہ کے لئے

آفتاب اقبال احمد
۸۰۔ او۔سیہ سوسائٹی
فون نمبر ۵۷۸۲۰۸۰

اللہ دتہ تمیمی
۳۹۔ او۔سیہ سوسائٹی
فون نمبر ۵۱۸۰۹۳۲

کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور

صحابہ کرامؓ اور شوقِ شہادت

آصف محمود

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد صحابہ کرام کی زندگی یکسر طور پر تبدیل ہو گئی تھی انسانی عقل یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ یہ وہی عربی بدو جو اونٹ اور بکریاں چرایا کرتے تھے ایک دن بہت بڑے عالم فاضل محدث مفسر اور جرنیل ثابت ہوں گے۔ یہ سب کمال تو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کرنے کا اور آپؐ کی نگاہ مبارک کا تھا کہ جو بھی آپؐ کے پاس خلوص لیکر آیا ان میں جرنل بن گیا کوئی مفسر کہلایا تو کوئی محدث یوں تو صحابہ کرامؓ کی زندگی بے شمار واقعات سے بھری پڑی ہے اگر کوئی ان کو شمار کرنے بیٹھ جائے تو انسانی زندگی تو ختم ہو سکتی ہے لیکن آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانوں کے کارنامے ختم نہیں ہو سکتے مضمون کی طوالت کے خوف سے چند ایک تحریر کئے ہیں۔

وہ کوئی بہت بڑا عالم و فاضل یا محدث و مفسر نہیں تھا سیدھا سادہ بدو تھا مگر اس کا سینہ حضور نبی کریمؐ سے پہلی ہی ملاقات میں نور ایمان کا خزینہ بن چکا تھا ایک دن آپؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اسلام قبول کیا اور ساری زندگی آپؐ کے دامان رحمت کے ساتھ وابستہ رہنے کا عہد کیا رزق حلال کمانے کے لئے لوگوں کے اونٹ چرایا کرتا تھا اور مزدوری کے بعد جو وقت ملتا دربار نبویؐ میں حاضر رہتا اگر غزوات پیش آتے تو ان میں شرکت کرتا اور واپس آکر پھر اپنے کام میں لگ جاتا سوائے حضور نبی کریمؐ کے سوا اس کا اس فانی دنیا میں کوئی نہ تھا نہ ماں نہ باپ نہ بھائی نہ بہن نہ بیوی نہ بچی اس کی نگاہ صرف ایک ذاتؐ پر مرکوز تھی وہی ذات اس کو مطلوب و مقصود تھی ایک دن غزوہ سے واپس آکر لوگوں کے اونٹ لئے اور چرانے کے لئے جنگل کی طرف نکل گیا شام کو جب واپس آیا تو صحابہ کرامؓ نے مال غنیمت کا حصہ اس کے حوالے کیا وہ مال غنیمت لیکر حضور نبی کریمؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ یارسول اللہؐ یہ کیا ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا تم نے غزوے میں شرکت کی تھی اللہ نے مسلمانوں کو فتح نصیب کی اور مال غنیمت حاصل ہوا اسے مجاہدین کے درمیان تقسیم کیا گیا ہے اور تمہارا حصہ تمہیں دیا گیا ہے اس کو قبول کرو بدو کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں آقا میں نے مال غنیمت کے لئے تو اسلام قبول نہیں کیا تھا میری تو صرف ایک آرزو ہے کہ میرے حلق کے اس حصے پر دشمن کا ایک تیر لگے اور میں شہید ہو کر جنت میں داخل ہو جاؤں اس کے سوا نہ ہی میری کوئی آرزو ہے اور نہ ہی کوئی تمنا تو آپؐ نے فرمایا اللہ تجھے سچا ہی کر دکھائے گا بدو کو یقین ہو گیا اور وہ پہلے کی طرح اپنے کام میں مشغول ہو گیا کچھ ہی دنوں بعد ایک غزوہ پیش آیا اور وہ بدو بھی اس غزوے میں شریک ہوا چونکہ آرزو سچی تھی نیت میں کوئی کھوٹ نہ تھا اس لئے جب شام کو شہدا کی لاشیں اٹھائی جانے لگیں تو اس بدو کی لاش بھی سردار انبیاءؐ کے حضور لائی گئی اس بدو کو ٹھیک اسی جگہ

تیر لگا تھا جہاں تیر لگنے کی اس نے خواہش ظاہر کی تھی بدو جام شہادت نوش کر چکا تھا آپ نے دریافت فرمایا کیا یہ وہی شخص ہے جس نے حلق پر تیر کھانے اور جام شہادت نوش کرنے کی خواہش کی تھی صحابہ کرام نے کہا جی ہاں یہ وہی شخص ہے آپؐ نے فرمایا سچا تھا۔

اللہ نے اسے سچا ہی کر دکھایا نسائی شریف میں حضرت شداد بن الھاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم نے اسی وقت اپنا جبہ مبارک اتارا اور اس میں اس شہید وفا کو کفنایا پھر اس کی نماز جنازہ ادا فرمائی اور دعا فرمائی ۔

اے اللہ یہ تیرا بندہ جو تیری راہ میں مہاجر بن کر نکلا اور تیری راہ میں شہید ہوا اے اللہ میں اس کی ہجرت اور شہادت کا گواہ ہوں۔

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مال غنیمت . نہ کشور کشائی

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب بدر میں فتح کی بشارت دے دی گئی تو آپ اس سائبان سے باہر نکلے جو صحابہ کرامؓ نے آپ کے قیام کے لئے میدان بدر میں قائم کر رکھا تھا آپ اس جگہ پر تشریف لائے جہاں مہاجرین سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح صف بستہ کھڑے تھے صحیح مسلم شریف میں ہے کہ آپ نے لشکر اسلام کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا اے لوگوں سبقت کرو اس جنت کی طرف جس کا عرض آسمان و زمین کے برابر ہے بہشت تمہارا انتظار کر رہی ہے حضرت عمیر بن الحمام انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا واہ واہ ۔

آپ نے سوال کیا عمیر تو نے واہ واہ کیوں کہا؟ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا یا رسول اللہ خدائے ذوالجلال کی قسم اور کوئی وجہ نہیں صرف اس امید پر میں نے یہ جملہ کہا کہ شاید جنت والوں میں' میں بھی شامل ہو جاؤں تو آپ نے فرمایا اے عمیر رضی اللہ عنہ بے شک تو اہل جنت سے ہے حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کو ایسا لگا جیسے مدتوں کا پیاسا چشمہ کے پاس پہنچ جائے۔ حضرت عمیر کے دل کی کلی کھل اٹھی۔ زندگی کی رعنائیوں سے ہمکنار ہونے کے لئے نہیں بلکہ جذبہ شہادت کی وجہ سے حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کے قلب میں شوق شہادت انگڑائیاں لینے لگا حضرت عمیر بن الحمام انصاریؓ توشہ دان سے کھجوریں نکال نکال کر کھا رہے تھے فوراً ہی پھینک دیں اور کہنے لگے اگر ان کے کھانے میں لگا رہا تو زندگی بہت طویل ہوجائے گی ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کی زبان پر یہ کلمات جاری تھے کہ ہر توشہ فنا ہونے والا ہے مگر تقویٰ اور پرہیز گاری کا توشہ رشد و ہدایت کا توشہ نہ کبھی خراب ہو سکتا ہے اور نہ فنا لوگوں نے دیکھا کہ اچانک گرد سی اڑی اور حضرت عمیر رضی اللہ عنہ جام شہادت نوش کر چکے ہیں ان کا جسم خون میں تر بتر ہے اور مسافر اپنی منزل کی طرف زمین و آسمان کے برابر ہے۔

جبل احد کے دامن میں گھمسان کا رن پڑا ہوا تھا مسلمانوں کی معمولی سی چوک نے جنگ کا نقشہ ہی بدل کر رکھ دیا اور فتح شکست میں تبدیل ہوتی ہوئی نظر آرہی تھی لشکر اسلامی کے علم دار حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو جو صورتاً حضور نبی کریمؐ سے مشابہت رکھتے تھے ایک مشرک نے شہید کر دیا اور افواہ پھیلا دی کہ آنحضرتؐ شہید ہو گئے ہیں اس افواہ سے مسلمانوں کے لشکر میں بدحواسی چھا گئی بڑے بڑے دلیر صحابہ کرام کے پاؤں اکھڑ گئے اس ہلچل اور اضطراب میں اکثروں نے تو بالکل ہمت ہار دی اور حضور نبی کریم کی بھی کسی کو کوئی خبر نہ تھی کہ آیا یہ خبر جھوٹی ہے یا سچی حضرت انسؓ کے چچا حضرت ابن نضر نے دیکھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مایوس ہو کر ہتھیار پھینک دیئے ہیں انہوں نے پوچھا یہ کیا کر رہے ہو تو حضرت عمر فاروقؓ نے جواب دیا جب رسول اللہ ہی

نہیں رہے تو لڑنے کا کیا فائدہ چنانچہ حضرت ابن نضر نے پرجوش ہو کر جواب دیا اگر حضور پاکؐ نہیں رہے تو پھر جینے کا کیا فائدہ یہ کہہ کر وہ دشمنوں کے لشکر میں گھس گئے اور اسی سے زیادہ تیر' تلواروں اور نیزوں کے زخم کھا کر جام شہادت نوش کیا جنگ جاری تھی کہ حضرت کعب بن مالک ؓ کی نظر حضرت رسول اکرمؐ پر پڑی آپ کو پہچان کر نعرہ تکبیر بلند کیا اور مسلمانوں کو پکار کر کہا کہ حضور نبی کریم ﷺ زندہ ہیں شہادت کی خبر غلط تھی اتنا سننا تھا کہ ہر طرف سے صحابہ کرام پروانہ وار ادھر بڑھنے لگے ہر ایک کے دل میں نئے جوش اور ولولے نے جنم لیا کفار کو جب پتہ چلا کہ حضور نبی کریم ﷺ زندہ ہیں تو انہوں نے وہاں پر حملہ کر دیا مگر جانثاروں کی تلواروں سے ایسی بجلی کوند رہی تھی کہ جو سر آگے بڑھتا قلم ہو جاتا حرارت ایمانی کے آگے بھلا کون ٹھہر سکتا تھا کافروں نے دیکھا کہ جب کوئی تدبیر کارگر ثابت نہیں ہو رہی تو انہوں نے اپنی منتشر قوت کو یکجا کیا اور ایک ہی دفعہ ہلہ بول دیا اسی غزوے میں آپ کے دندان مبارک شہید ہوئے تھے اور اور رخسار مبارک پر زخم آیا تھا" بڑا نازک موقع تھا آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کون ہے جو مجھ پر اپنی جان نثار کرتا ہے صحیح مسلم شریف میں روایت ہے کہ حضرت زیاد بن مسکنؓ سات انصاریوں کو لے کر آگے بڑھے ان میں سے ہر ایک نے جانبازی و جان نثاری سے لڑ کر اپنی جانیں حضور ﷺ پر قربان کر دیں جب کفار کا بادل چھٹ گیا اور جنگ تھم گئی تو حضورؐ نے دیکھا کہ حضرت زیاد بن مسکنؓ کا دم لبوں پر ہے جسم زخموں سے چور ہے مگر وہ اپنے زخمی بدن کو گھسیٹتے ہوئے سرکار دو عالم آقائے نامدار کی طرف بڑھ رہے ہیں بالکل اسی طرح جس طرح پروانہ شمع کی طرف اور تھکا ماندہ مسافر اپنی منزل کی طرف بڑھتا ہے آقا نے حکم دیا فوراً" زیاد کو میرے قریب لاؤ صحابہ کرام زخموں سے چور حضرت زیاد کو اٹھا لائے ابھی حضرت زیاد میں کچھ کچھ جان کی رمق باقی تھی آقا نے بڑھ کر زیاد کو اپنی آغوش میں لینا چاہا لیکن غلام نے اپنا سر آقا کے قدموں پر رکھا اور جان آفرین کے سپرد کر دی کہ مسافر اپنی منزل کو پا چکا تھا۔

غزوہ بدر کے لئے لشکر تیاری کر رہا ہے مجاہدین خوشی خوشی ہتھیار جمع کر رہے ہیں تلواروں کو تیز کیا جا رہا ہے چند اونٹ اور گھوڑے بھی تیار کئے جا رہے ہیں لیکن عمیر بن ابی وقاص ؓ ہیں کہ چھپتے پھر رہے ہیں کبھی اس مکان میں کبھی اس مکان میں لیکن اس کے ساتھ ساتھ بڑے غور سے تمام تیاریوں کا جائزہ بھی لے رہے ہیں آخر ان کے بڑے بھائی حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ سے نہ رہا گیا عمیر سے پوچھا ہی لیا عمیر تم چھپتے کیوں پھر رہے ہو کیا تم کو اس بات کا اندیشہ ہے کہ تم کو تمہاری مرضی کے خلاف جہاد میں شامل کر لیا جائے گا ارے میرے بھائی تمہاری تو عمر ہی بہت کم ہے بچوں کو تو جہاد میں شامل ہی نہیں کیا جائے گا لیکن حضرت عمیر ؓ نے جواب دیا نہیں یہ بات نہیں ہے میں دراصل اس وجہ سے چھپ رہا ہوں کہیں مجھے جہاد میں جانے سے نہ روک دیا جائے کیونکہ میں نے سنا ہے حضور نبی کریم ﷺ بچوں کو جہاد میں شامل ہونے کی اجازت نہیں دیتے مگر میں چاہتا ہوں چاہے جو بھی ہو میں جہاد میں شرکت کروں اور جام شہادت نوش کروں مجھے تو یہ ڈر لگا ہوا ہے کہ کہیں حضور ﷺ لشکر میں دیکھ کر منع نہ فرما دیں اور میری تمنا دل کی دل ہی میں نہ رہ جائے اس لئے ادھر ادھر چھپ کر وقت گزاری کر رہا ہوں کہ جب لشکر جانے لگے تو چپکے سے اس میں شامل ہوجاؤں گا مگر وہی ہوا جس کا عمیر کو ڈر تھا حضور نبی کریم ﷺ نے جب عمیر کو دیکھا تو کم عمر ہونے کی بنا پر ساتھ لے جانے سے انکار کر دیا اور

حکم دیا کہ اپنے گھر واپس چلے جاؤ حضرت عمیر کو تو ایسا لگا جیسے اس کی دنیا ہی تاریک ہو گئی ہو اور آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب اڈ آیا سرکار دو عالم آقائے نامدار ﷺ نے جب شوق اور جذبے کا یہ عالم دیکھا تو ان کو جہاد میں شامل ہونے کی اجازت فرما دی۔

اجازت ملنے پر عمیر کی رگوں میں خون جوش مارنے لگا اور جوش سے کھل اٹھے عمیر کا قد چھوٹا تھا اور تلوار جس تسمے میں لٹک رہی تھی وہ بڑا تھا کبھی کبھی تلوار زمین پر گھسٹنے لگتی تو عمیر کے بڑے بھائی حضرت سعید بن ابی وقاص ان کے قریب جاتے اور گرہ لگا کر تسمہ کو چھوٹا کر دیتے عمیر کا رب عمیر کی معصوم تمناؤں کو کیسے رد کر سکتا تھا جب کہ ان تمناؤں میں خلوص کے سوا کچھ نہ تھا چنانچہ بدر کی لڑائی اپنے اختتام کو پہنچ چکی تھی کفار مکہ بڑی مقدار میں قتل ہوئے اور واصل جہنم ہوئے شام کی سیاہی افق پر پھیل رہی تھی مولائے کل فخرالرسل صلی اللہ علیہ وسلم ایک معصوم شہید کے سرہانے کھڑے تھے اس لئے کہ معصوم عمیر کی دونوں تمنائیں پوری ہو چکی تھیں ایک لشکر بدر میں شرکت کی اور دوسری دین اسلام کی سربلندی کی خاطر شہید ہونے کی۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

آسمان نے ایسا منظر کبھی نہ دیکھا ہوگا کہ ایک سائل بھیک مانگ رہا تھا جاہ و منصب عزت وقار مال و دولت اور تخت و تاج کی نہیں زندگی اور زندگی کی لذتوں کی بھی نہیں مانگنے والا موت کی بھیک مانگ رہا تھا اس لئے نہیں کہ وہ زندگی سے بیزار تھا اس لئے بھی نہیں کہ اس کا ارادہ خودکشی کا تھا خودکشی تو بزدلوں کا کام ہے جو لوگ زندگی کے حقائق کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور ہمت ہار دیتے ہیں وہ خودکشی کی آغوش میں پناہ ڈھونڈتے ہیں یہ سائل تو بہادر جری اور دلیر تھا اگرچہ اس کے اعضاء جواب دے چکے تھے بڑھاپا انگ انگ پر حاوی ہو چکا تھا یہ بوڑھا شخص حضرت خیثمہ رضی اللہ عنہ تھے جو بارگاہ رسالت میں سوالی بنے ہوئے تھے کہ یا رسول اللہ ایک نگاہ کرم میری طرف بھی کیجئے یا رسول اللہ آپ کو یاد ہوگا جب آپ غزوہ بدر کے لئے روانہ ہو رہے تھے تو میں نے آپ سے درخواست کی تھی کہ مجھے بھی اپنے ہمراہ لے چلئے تاکہ میں کفر کے مقابلے میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے اللہ کے آگے سرخرو ہو جاؤں مگر اس وقت میرا بیٹا سعید بن خیثمہ رضی اللہ عنہ آڑے آ گیا تھا میں نے اس سے کہا بھی تھا کہ گھر میں عورتیں اور چھوٹے بچے ہیں تم ٹھہر جاؤ اور مجھے جانے دو مگر وہ راضی نہ ہوا اور آپ کے حکم پر قرعہ بھی نکالا گیا جو کہ سعد کے نام کا نکلا تھا اس وقت بھی میں نے اپنے بیٹے سے کہا تھا کہ بیٹا تم ایثار کر لو اور مجھے رسول اللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جانے دو مگر اس نے جواب دیا تھا کہ ابا جان جنت کے سوا اگر کوئی اور معاملہ ہوتا تو میں ضرور ایثار کر لیتا لیکن میں اس سفر میں اپنے شہید ہو جانے کی قوی امید رکھتا ہوں اس لئے یہ موقع میں ہاتھ سے جانے نہ دوں گا یارسول اللہ وہ آپ کے ساتھ دین اسلام کی سربلندی کے لئے چلا گیا اور بدر میں عمر بن عبدود کے ہاتھوں شہید ہو گیا گذشتہ شب میں نے اپنے بیٹے کو خواب میں دیکھا ہے وہ نہایت حسین و جمیل جنت کے باغات اور نہروں میں تفریح کر رہا ہے اس نے خواب میں مجھ سے کہا ہے کہ ابا جان آپ بھی آجائیں دونوں مل کر جنت میں رہیں گے مجھ سے میرے رب نے جو وعدہ کیا تھا میں نے اسے حق سے نبھایا ہے یارسول اللہ میں اپنے بیٹے سے ملنے کا مشتاق ہوں اب میری صرف ایک ہی تمنا ہے کہ کسی طرح میں اپنے رب سے جا ملوں آقا آج معرکہ احد گرم ہونے والا ہے۔

آپ دعا فرمائیے کہ مجھے شہادت کا مرتبہ اور

نت میں اپنے بیٹے کی رفاقت نصیب ہو جائے طلب صادق تھی اور جذبات معصوم۔ رسالت مآب نے دست دعا بلند فرمایا اور قبولیت فوراً" عرش سے اتر آئی چنانچہ احد کا معرکہ بپا ہوا گھمسان کا رن پڑا تھوڑی ہی دیر بعد حضرت خثیمہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر پھیل گئی اور ان کی روح اعلیٰ علیین کی طرف محو پرواز تھی۔

حضرت خثیمہ رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت سے جو شہادت کی بھیک مانگی تھی اللہ نے ان کی خواہش پوری کر دی۔

آج رمضان کی 18 تاریخ اور ہجرت کا دوسرا سال ہے آسمان سے آگ برس رہی ہے زمین بھی تنور کی طرح تپ رہی ہے حق و باطل اور کفر واسلام کا پہلا معرکہ بدر ہونے والا ہے ایک طرف بے سرو سامانی کا یہ عالم ہے کہ چند گھوڑے چند اونٹ دندانے دار چند تلواریں ہیں باقی لوگوں کے ہاتھ میں کھجور کی شاخیں ہیں شیر خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ مرتضیٰ کے پاؤں میں جوتے بھی سلامت نہیں ہیں جسم پر چیتھڑا لپیٹ رکھا ہے صرف تین سو تیرہ جانثاران اسلام ہیں لیکن ان کے مقابلے میں کفر اپنی تمام تر جوانیوں قہرمانیوں اسلحوں سواریوں اور فخر وغرور کے ساتھ صف بستہ ہے چھ ماہ تک کی رسد کا سامان تک موجود ہے بڑے بڑے سورما شاہ سوار پختہ کار جنگ آزما سرداران قریش قیادت کر رہے ہیں مقدار بھی مسلمانوں کے مقابلے میں تین گنا سے زیادہ ہے' ابوجہل' ابوسفیان' عتبہ' عتیبہ وغیرہ سبھی تو موجود ہیں مشرکین مکہ کو ناز ہے اپنی مقدار پر سواریوں پر تجربے اور مشاقی پر ان کا خیال تھا کہ آج یہ جھگڑا ہمیشہ کے لئے نمٹ جائے گا عزم ہے کہ توحید کا نام ونشان مٹا دیا جائے گا پھر کبھی کوئی بھی کلمہ حق بلند نہ کر سکے گا اور ظلم کے خلاف آواز نہ اٹھا سکے گا معرکہ کارزار اب گرم ہونے کو ہے ارض و سماں پر سکتہ طاری ہے تاریخ ٹکٹکی باندھے یہ منظر دیکھ رہی ہے اور نتیجے کی منتظر ہے میدان بدر کے ایک گوشے میں گھاس اور پتوں سے ایک سائباں بنا دیا گیا ہے مولائے کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سائبان کے نیچے اللہ کے آگے سجدہ ریز ہیں اور چشم مبارک سے آنسوؤں کا سیلاب رواں ہے آنسوؤں سے زمین بھی تر ہو رہی ہے اور زبان مبارک پر یہ کلمات جاری ہیں!

اے میرے اللہ یہ قریش اپنے جاہ و جلال اور غرور کے ساتھ ہمارے اوپر ٹوٹ پڑے ہیں انہوں نے تیرے رسول کی تکذیب کی ہے اے اللہ اپنی مدد کا وعدہ وفا کر اگر یہ گنے چنے مسلمان آج شہید ہوگئے تو پھر قیامت تک تیرا نام لینے والا کوئی نہ ہوگا۔

عاجزی اور انکساری کی ملی جلی کیفیت کے ساتھ یہ دعا ہو رہی تھی کہ نبی کریم پر غنودگی کی سی کیفیت طاری ہو گئی اور غیب سے فتح کی بشارت دے دی گئی چنانچہ معرکہ بدر بپا بھی ہوا تلواروں سے تلواریں اور نیزوں سے نیزے ٹکرائے اور بڑے بڑے نامور مشرکین مکہ واصل جہنم ہوئے مشرکین مکہ اپنے مقتولین کی لاشیں اور اتنی ہی مقدار میں قیدی چھوڑ کر مکہ کی طرف بھاگ رہے تھے بدر کی فتح نے کفر کے دلوں میں ایک زلزلہ بپا کر دیا دنیائے کفر نے دیکھ لیا کہ جنگ سامان حرب سپاہیوں کی مقدار اور سامان رسد سے نہیں لڑی جاتی اگر لڑی جاتی ہے تو قوت ایمانی اور یقین کے ساتھ۔

غزوہ احد کا معرکہ اپنے اختتام کو پہنچ چکا ہے مسلمانوں کے لشکر نے جب کفار مکہ کا تعاقب کیا تو انہوں نے راہ فرار اختیار کرلی رحمتہ اللعالمین سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ زخمی حالت میں ہیں مگر اپنے جانثاروں سے غافل نہیں ہیں آپ نے حضرت سعد بن ربیع

انصاریؓ کو تو تلاش کرو کہ کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں مل جائیں تو میرا سلام کہنا اور ان کا حال دریافت کرنا حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے میں آپ کا حکم سنتے ہی حضرت سعد بن ربیع کو زخمیوں اور شہیدوں میں ڈھونڈنے لگا میدان احد کے ایک کنارے پر میں نے دیکھا کہ سعد بن ربیع زخموں سے چور پڑے ہیں جسم پر تیر تلوار کے تقریباً ستر زخم ہیں اور سر زمین احد ان کے گرم گرم خون سے سیراب ہو رہی ہے قریب گیا تو دیکھا کہ ابھی حیات کی کچھ رمق باقی ہے اور اللہ کی محبت کا متوالا نبی کریم کا جانثار موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا ہے میں جو قریب پہنچا اور حضرت سعد نے میرے قدموں کی آواز سنی تو آنکھیں کھول دیں اور بڑی مشتاقانہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا میں نے کہا سعد تمہیں اللہ کے رسول نے سلام کہا ہے اور تمہارا حال دریافت کیا ہے اتنا سننا تھا کہ جیسے سعد کے جسم میں تازہ حیات کی لہر دوڑ گئی ہو سعد نے کہا رسول اللہؐ پر کروڑں سلام اور تم پر بھی سلام آقا میرا حال پوچھیں تو کہہ دینا کہ میں اس وقت جنت کی خوشبو سونگھ رہا ہوں آپ نے جو کہا تھا سچ کہا تھا اور میری قوم انصار سے کہنا کہ اگر تم میں سے ایک انسان بھی زندہ رہ گیا اور رسول اللہؐ کو کوئی تکلیف پہنچی تو سمجھ لینا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارا کوئی بھی عذر قابل قبول نہ ہوگا ابھی یہ جملے جاری ہی تھے کہ حضرت سعد بن ربیع انصاریؓ کی روح جسم سے پرواز کر گئی۔

انا للہ وانا علیہ راجعون

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ واپس آکر سارا واقعہ حضور نبی کریم ﷺ کے گوش گذار کیا تو آپ نے بے ساختہ فرمایا اللہ سعد پر رحم فرمائے ساری زندگی اللہ اور اللہ کے رسول کا خیر خواہ اور وفادار رہا اور مرتے وقت تک اپنی وفا داری پر قائم رہا۔

دین پر استقامت دراصل اسی چیز کا نام ہے کہ جو ایک مرتبہ وعدہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کر لیا جائے اسے آخری وقت تک نبھایا جائے۔

زندگی آمد برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

دعائے مغفرت

سلسلہ کے ساتھی شاہد محمود (سیالکوٹ) کی والدہ ماجدہ اور ارشد حسین (جہلم) کے بھائی صاحب قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں انکے لئے ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

میری دعا

اے اللہ اگرچہ ہم گناہ گار ہیں' خطا کار ہیں' سیاہ کار ہیں' لیکن تیری رحمت کے امیدوار ہیں اے ہمارے رب ہمیں اس پاک سرزمین پر دین کا نفاذ ہوتا ہوا دیکھنا نصیب فرما اور ہم ناتوان کو اپنے دین کے لئے قبول فرمائے آمین۔

جان دی' دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

تعاون

مولانا محمد اکرم اعوان

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم○ تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان

آج کی اصطلاح میں ہر شعبہ زندگی میں تعاون کی ضرورت پر زور دیا جا رہا ہے اور یہ بڑا خوبصورت لفظ ہے اور انسان مدنی الطبع ہے تخلیقی طور پر محتاج ہے ایک دوسرے کے تعاون کا مل جل کر رہنا اس کی فطرت ہے اور ہر آدمی دوسرے کا محتاج ہے اپنی زندگی پوری کرنے کے لئے نظام ہے رب العالمین کا کسی کو طبیب اور ڈاکٹر بنایا' کسی کو کاروباری بنا دیا' کوئی مزدور ہے' کوئی آجر ہے اور اس باہمی تعاون ہی سے زندگی کی گاڑی چلتی ہے اور یہ از حد ضروری ہے چونکہ اس کی اہمیت اور ضرورت بہت زیادہ اور واضح ہے۔ اس لئے اس لفظ کو ہر جگہ استعمال بھی کیا جاتا ہے لیکن یہ یاد رہے کہ سب سے پہلے ہمیں یہ طے کرنا ہے کہ ہم مسلمان ہیں الحمد اللہ ہمارا مسئلہ یہ نہیں ہے کہ ہم سے اسلام پر عمل نہیں ہو رہا یا ملک میں اسلامی نظام کیوں نہیں لایا جا رہا ہمارا بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ ہم ابھی یہ فیصلہ بھی نہیں کر پائے کہ ہم مسلمان ہیں اور اسلام ہماری ذمہ داری ہے۔ ہم آدھے جملے تک جاتے ہیں جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ہم مسلمان ہیں۔ ہم یہ کہتے ہیں لیکن جب جملہ مکمل کیا جائے کہ اگر ہم مسلمان ہیں تو نفاذ اسلام ہماری ذمہ داری ہے تو پھر سوچنا پڑتا ہے کہ یہ کام تو کوئی اور کر دیتا تو بڑا اچھا کام تھا کوئی آ جاتا کوئی معجزہ ظہور پذیر ہوتا کوئی حادثہ ہوتا کوئی عجیب بات ہوتی یہ ہو جاتا یہ ہم سے تو نہیں ہوتا یہ عجیب فلسفہ ہے کہ مسلمان ہوں اسلام پر عمل نہیں ہوتا اور یہ فلسفہ سمجھ میں نہ آنے والا ہے۔ اسلام پر جب عمل نہیں ہوتا تو مسلمان ہونے کا تکلف کیسا اسلام تو عمل ہی کا نام ہے۔ علمائے حق جب اس پر بحث فرماتے ہیں تو اس دعوے کو بھی عمل ہی کا حصہ بتایا جاتا ہے مسلمان ہونے کا جب کوئی اعلان کرتا ہے تو یہ اس کا عمل ہے اس کے عمل کا ایک حصہ ہے لیکن عند اللہ اگر اس کے اس اعلان کے ساتھ اس کا دل شامل نہیں ہے تو بظاہر اسے کوئی رد نہیں کر سکے گا لیکن عند اللہ وہ مسلمان شمار نہیں ہو گا۔

تصدیق قلبی اقراء باللسان و تصدیق بالقلب زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق یہ بنیاد ہے جب دل کسی عمل کی تصدیق کرتا ہے تو وہ اس کے لئے نہ دلائل کا

ہم ابھی یہ فیصلہ بھی نہیں کرپائے کہ ہم مسلمان ہیں اور اسلام ہماری ذمہ داری ہے۔ ہم آدھے جملے تک جاتے ہیں جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ہم مسلمان ہیں۔ ہم یہ کہتے ہیں لیکن جب جملہ مکمل کیا جائے کہ اگر ہم مسلمان ہیں تو نفاذ اسلام ہماری ذمہ داری ہے تو پھر سوچنا پڑتا ہے کہ یہ کام تو کوئی اور کردیتا تو بڑا اچھا کام تھا

محتاج رہتا ہے اور نہ اس کے لئے وسائل کا محتاج رہتا ہے پھر وہ صرف ایک ہی بات کرتا ہے کہ یہ کام ہونا چاہئے۔ آپ دنیوی امور کو دیکھ لیں جو کام کرنے کا کسی کا دل فیصلہ کرلیتا ہے اسکی عقل اس کام سے منع بھی کرتی ہے لوگ جوا کھیلتے ہیں' چوری کرتے ہیں ان میں بھی انسانی مزاج ہے۔ ضمیر ہے' دل ہے کسی جواری کا دماغ جوئے کو اچھا نہیں کہتا کسی چور کو عقلاً" جب وہ سوچے اس کا دماغ اسے چوری کرنے کی ترغیب نہیں دیتا روکتا ہے لیکن دل اس پہ آجاتا ہے دل اس میں اٹک جاتا ہے دل یہ فیصلہ کرتا ہے کہ مجھے اس میں مزا آتا ہے اب اس کے لئے وہ ساری خرابی پریشانی برداشت کرتا ہے۔ معاشرے کی رسوائی پولیس کی مار دھاڑ پکڑ دھکڑ گرفتاری قید و بند سزا اور سارا کچھ برداشت کر جاتا ہے اس دل کے کہنے پر۔ اگر دل یہ طے کرلے کہ میں مسلمان ہوں پھر کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے کہ اسلام کیسے نافذ ہو گا وہ تو نافذ دیکھنا چاہتا ہے۔

ہماری پہلی مجبوری تو یہ ہے کہ ہم تعاون کرنے والے مسلمان ہیں اور تعاون کو ہم نے اتنا بڑھا دیا ہے کہ پرسوں ایک دوست یہاں بیٹھے تھے اور بہت ماشاء اللہ انٹرنیشنل حالات کے جاننے والے ساتھی تھے اور بہت کم لوگ ہیں جو بین الاقوامی قانون میں ڈگری لیتے ہیں تو وہ فرمانے لگے کہ اب کوئی میثاق مدینہ کی طرح کا معاہدہ ہونا چاہئے۔ میں نے کہا جی میثاق مدینہ کس کس کے درمیان تھا۔ کہا یہود کے مشرکین کے اور مسلمانوں کے۔ میں نے کہا جی نہیں۔ اسلامی ریاست کے کہئے۔ مسلمانوں کے درمیان نہیں تھا ریاست مدینہ منورہ کے درمیان تھا اور یہود اور مشرکین کے درمیان تھا کسی مسلمان کا ذاتی نہیں تھا۔ نبی علیہ الصلواۃ والسلام کا ذاتی معاملہ تھا ریاستی امور تھے۔ تو شوق سے میثاق مدینہ کیجئے لیکن وہ اسلامی ریاست کہاں ہے۔ آپ کے پاس مسلمانوں کی حکومت ہے۔ مسلمان ریاست نہیں ہے۔ اسلام کی ریاست نہیں ہے۔ اسلامی ریاست آپ کے پاس نہیں ہے۔ مسلمانوں کی حکومت اور چیز ہے۔ اسلامی ریاست دوسری چیز ہے۔ تو میثاق مدینہ کی بات تو تب کیجئے کہ پہلے آپ اسلامی ریاست بنائیں۔ ہم بہانے تراشتے رہتے ہیں۔ اگلے دن مجھے ایک ساتھی کا خط ملا بیوی کو بھگا دیا مار کے گھر سے نکال دیا لڑے جھگڑے گزارا نہیں ہوتا سنت ہے دوسری شادی کرنا۔ مجھے اجازت دیں میں شادی کرلوں۔ میں نے کہا جی یہ سنت میں نے کہیں نہیں پڑھی کہیں تمہارے علم میں ہے یا کسی اور کے علم میں ہے تو مجھے بتایئے۔ یہ سنت ہے کہ اگر تم ضرورت سمجھتے ہو کرو اور انصاف قائم کرسکتے ہو دونوں کے حقوق ادا کرسکتے ہو تو پھر کرو بلکہ یہ تو اللہ کے قرآن کا حکم ہے۔

الا تعدلوا فواحدة اوما ملکت ایمانکم یہ نئی سنت آپ جو کرنا چاہتے ہیں اپنی خواہش نفس کو سنت کا حوالہ دے کر کیوں کرتے ہو پھر اسے کم از کم سیدھا سیدھا کہو کہ میں اپنے نفس کا اسیر ہوں شاید کبھی توبہ کا موقع مل جائے گناہ کو گناہ ضرور مانا جائے اگر بندہ چھوڑے نہیں تو اسے گناہ تو مانے اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ کبھی نہ کبھی اسے توبہ کی توفیق ہو جاتی ہے اور اگر

اسے تراش خراش کر آپ اسلام کے قالب میں لے آئیں اور اسے ثواب کا نام دے دیں گے تو اس کا مطلب ہے کہ ساری زندگی اس سے جان نہیں چھوٹے گی پھر اسی میں مبتلا رہیں گے علمائے حق جب بدعت کا رد لکھتے ہیں تو اس میں یہی مصیبت لکھتے ہیں کہ بدعت کو جب دین سمجھ کر اپنایا جاتا ہے تو اس سے توبہ نصیب نہیں ہوتی اگر کوئی بدعت سمجھ کے [illegible] میں مبتلا ہو جائے تو کبھی نہ کبھی اسے چھوڑ بھی دے تو ہم نے ان خوبصورت الفاظ ثواب سنت تعاون کو مسخ کر کے مطلب نکالنے کی راہیں بنا لیں۔ تعاون کا معیار دیا ہے اللہ رب العزت نے۔

تعاونوا علی البر والتقوی ضرور تعاون کرو لیکن کام نیکی کا ہونا چاہیے اور ایسا کام ہونا چاہیے جس سے عظمت الٰہی کا اظہار ہوتا ہو تقویٰ یہ ہے کہ کوئی کام اس لئے کیا جائے کہ اس پر اللہ کریم کی رضا مرتب ہو گی اس لئے کیا جائے کہ ایسا نہ کرنے سے اللہ کریم ناراض نہ ہو جائیں یعنی وہ کام بر ہو نیکی ہو اور بر کی تعریف اللہ تعالیٰ نے خود فرما دی۔

ولکن البر من امن باللّٰہ جو اللہ پر ایمان لائے اللہ کے رسولؐ پر ایمان لائے ضروریات دین پر ایمان لائے اور اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا راستہ اختیار کرے تو بر ہے اب اس میں یہ قید نہیں ہے کہ کس سے تعاون کرو یہ قید ہے کہ کس کام پر تعاون کرو ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان جس کام میں اللہ کی نا فرمانی پائی جاتی ہو وہ کام جس میں حدود الٰہی سے بغاوت کی بو آ رہی ہو اس میں تعاون نہ کرو یہ بات اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ بہت سے اچھے دوست اور بڑے ذمہ دار لوگ جن کی خدمات الحمد للہ ملک کے لئے بھی اور دین کے لئے بھی قابل ذکر اور قابل فخر ہیں میرے لئے مشورہ چھوڑ گئے

میں ان کی ملاقات سے تو محروم رہا یہاں موجود نہیں تھا مشورہ یہ چھوڑ گئے کہ حکومت سے تعاون کیا جائے تو کچھ نہ کچھ بہتری کی امید ہو سکتی ہے کچھ اچھے کام کروائے جا سکتے ہیں عدم تعاون سے تو وہ جس طرف جا رہے ہیں وہیں جائیں گے سوال یہ ہے کہ ہمیں تو تعاون سے انکار نہیں لیکن کس کام پر کیا جائے سودی معیشت پر کیا جائے اس مروجہ سیاسی نظام پر تعاون کیا جائے یا اس کام پہ کیا جائے ۔ کہ تین سو دس ارب روپے کے جو نئے ٹیکس لگ رہے ہیں اس پہ تعاون کیا جائے تین کھرب دس ارب اور فرمایا جا رہا ہے وزیراعظم صاحب کا ارشاد ہے کہ غریب آدمی پر بوجھ نہیں پڑے گا کارخانے پر لگے گا وہاں کپڑا بنے گا غریب کفن خریدے گا۔ کسی چیز پر کہیں کسی سطح پر آپ ٹیکس لگائیں وہ ٹیکس غریب کی جیب سے جاتا ہے۔ اس لئے کہ دنیا کا جو نظام ہے ٹیکسز کا یہودی نظام یہ بنا ہی اس طرح ہے کہ سارا بوجھ غریب پر آئے اور وہاں سے پیسہ امیر کو جاتا رہے آپ ایک کارخانے پہ ٹیکس لگاتے ہیں اس کی ایک چیز پہ آپ دس روپے ٹیکس لگاتے ہیں وہ پہلے بیس کی بیچتا تھا پھر پینتیس کی بیچے گا۔ بیس اور دس ٹیکس اور پانچ اپنے اوپر لگا لے گا غریب تک آتے آتے وہ پچاس کی ہو جائے گی آپ تو کہہ کر بری ہو گئے کہ ہم نے ٹیکس کارخانے والے پر لگایا تھا جی غریب پر بوجھ نہیں آئے گا لیکن کارخانے کس کے خون سے چلتے ہیں کارخانوں میں جو بنتا ہے اس کو خریدتا کون ہے۔ کنزیومر یعنی صارف کون ہے وہ جا کر خرچ کہاں ہوتا ہے۔ اسلام کے معاشی نظام میں افراد پہ ٹیکس نہیں ہے سرمایے پر ٹیکس ہے اسلام نے جو ٹیکس کا نظام دیا وہ سرمایے پر ہے جس کے پاس سرمایہ ہو گا وہ ٹیکس دے گا جس کے پاس بچت ہو گی وہ زکواۃ دے گا جس کے پاس تھوڑی ہے وہ تھوڑی دے گا زیادہ بچت ہے زیادہ دے گا

مزے کی بات یہ ہے کہ امریکہ کے جو معاشی ماہرین ہیں ان کا تجزیہ یہ ہے کہ آج جو امریکہ کی معاشی حالت ہے وہ یہ ہے کہ ساٹھ فیصد سے لے کر ستر فیصد تک ہر شخص کی آمدن ٹیکس میں جاتی ہے لیکن دو ہزار بیس تک اگر معیشت اسی طرح چلتی رہی تو امریکہ کے معاشی نظام میں بیاسی فیصد آمدن ٹیکس میں دینا پڑے گی تب حکومت کی مشینری چلے گی۔ اب جس آدمی نے مزدوری کر کے سو روپیہ کماتا ہے اور بیاسی چھوڑ آنے ہیں اور اٹھارہ روپے لینے ہیں وہ مزدوری کیوں کرے گا لوگ چھوڑ دیں گے اور یوں تباہی آئے گی اب اس کا حل کیا ہو تو امرکی ماہرین کی رائے میں اس کا حل یہ ہے کہ افراد کو ٹیکس کرنے کی بجائے سرمایے کو ٹیکس کیا جائے اور یہ وہ حل ہے جو چودہ سو سال پہلے اسلام نے عطا فرمایا تھا کہ اشیاء پر یا افراد پر ٹیکس نہ لگایا جائے سرمایے پر ٹیکس لگایا جائے زکواۃ سرمایے پر فرض کی گئی یہ آج کا یہودی بھی یہ سوچنے پر مجبور ہے کہ اس نظام کے علاوہ بقا کا اور کوئی راستہ باقی نہیں رہا جب کہ یہاں نام کارخانے کا ہوتا ہے ٹیکس ماچس کی ڈبیہ پہ لگتا ہے بڑے آدمیوں کو تو ماچس کی ضرورت ہی نہیں خریدے گا غریب تو اگر دو پیسے کی ماچس آٹھ آنے کی ہو گئی تو ایک امیر آدمی کی صحت پہ کیا اثر پڑے گا ملک میں کتنے امیر ہیں اور کتنی ماچسیں وہ خریدیں گے اور کتنے غریب ہیں اور کتنے غریبوں کو خریدنی پڑیں گی تو ٹیکس کا بڑا حصہ کس طرف جائے گا بالواسطہ جو ٹیکس ہیں اس ملک میں ان کا سارا بوجھ ایک غریب آدمی پر ہے اور اس کی معیشت دن بدن تنگ ہوتی ہے اور جتنے ٹیکس لگتے ہیں امراء کے پاس مزید دولت آتی ہے۔

یا تعاون کا وہ راستہ حکومت کے ساتھ اختیار کیا جائے جس میں حکومت احتساب کا نعرہ لگا کر اقتدار میں آئی ہے اور ابھی تک وہ الفاظ فضا میں گونجتے ہیں۔ جناب وزیراعظم صاحب نے ارشاد فرمایا تھا کہ میں اقتدار میں آ کر خلافت راشدہ کا نظام نافذ کروں گا یہی خلافت راشدہ کا نظام ہے۔ قتل و غارت گری ڈاکہ لوٹ مار رشوت چوری بدکاری اس کی شرح پہلے سے کئی گنا بڑھ گئی ہے کراچی میں جتنے لوگ ڈاکے اور قتل کے جرائم میں جیلوں میں بند تھے وہ خیر سگالی کے طور پر آزاد کر دیے گئے ہیں اور جرائم کی شرح پہلے کی نسبت کئی گنا بڑھ گئی ہے حکومت فرماتی ہے کہ لوٹ کر لے گئے اور چور رسید نہیں دیا کرتے لیکن یہ آپ کو وزارت عظمٰی پر فائز ہونے کے بعد پتہ چلا پہلے آپ کا خیال تھا کہ وہاں رسیدیں چھوڑ گئے ہوں گے جب آپ احتساب کا نعرہ لگاتے تھے اس وقت آپ کو یہ خیال تھا اور مزے کی بات یہ ہے کہ اس لوٹ میں لوٹنے والے کی رسید موجود ہے ملک کے سربراہ نے اس دعوے پہ اسمبلی توڑی کہ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ ان لوگوں نے ملک کو لوٹ کھایا ہے اور اگر یہ ہفتہ دس دن اور رہے تو ملک دیوالیہ ہو جائے گا اتنا لوٹا ہے اتنا لوٹا ہے کہ اگر انہیں دو ہفتے اور مل گئے تو ملک دیوالیہ ہو جائے گا۔ صدر مملکت کے اس دعوے کو ٹوٹنے والی اسمبلی کے ارکان نے اور برخواست ہونے والی وزیراعظم صاحبہ نے سپریم کورٹ میں چیلنج کیا ملک کی اعلیٰ ترین عدالت میں

سپریم کورٹ نے اپنے فیصلے میں جہاں وزیراعظم کو بحال نہیں کیا وہاں اس بات کی تصدیق بھی کی اپنے فیصلے میں کہ واقعی انہوں نے اس حد تک لوٹا ہے اب اس سے بڑی رسید کیا ہو گی کہ ملک کا سربراہ بھی ایک بات کی گواہی دے اور ملک کی اعلیٰ ترین عدالت بھی یہ کہہ دے کہ یہ کام اس شخص نے کیا ہے پھر آپ کہتے ہیں کہ رسید چاہیے آپ کو رسید بھی مل گئی تو کونسا تیر مار لیں گے اگر یہ رسید نہیں ہے تو پھر وہ رسید تو آپ کو نہیں

ضرور تعاون کرو لیکن کام نیکی کا ہونا چاہیے اور ایسا کام ہونا چاہیے جس سے عظمت الٰہی کا اظہار ہوتا ہو تقویٰ یہ ہے کہ کوئی کام اس لئے کیا جائے کہ اس پر اللہ کریم کی رضا مرتب ہو گی اس لئے کیا جائے کہ ایسا نہ کرنے سے اللہ کریم ناراض نہ ہو جائیں یعنی وہ کام بر ہو نیکی ہو

مے گی جس پر بے نظیر یا آصف علی زرداری انگوٹھا لگا کر دیں کہ ہم نے لوٹا ہے اور کوئی الف ب ج اس پہ انگوٹھا لگا کر دے اور اس ظلم میں اگر ہم تعاون کر کے اس امید پہ شریک ہوں کہ ہمارے تعاون سے بہتر نتائج ہوں گے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ خود فریبی ہے۔ اپنے آپ کو دھوکا دینے والی بات ہے۔

ہمارے سامنے ایک مثال موجود ہے کہ ہمارے محترم وزیراعظم صاحب رائے ونڈ تشریف لے جاتے ہیں ملک بھر کے نیک لوگ وہاں جمع ہوتے ہیں۔ اس سے بڑا تعاون کیا ہو گا اکابرین مانے ہوئے علماء بھی ہیں۔ متقی ہیں' نیک ہیں' پارسا لوگ ہیں۔ ایک ... روزہ بھی لگایا ہے۔ ایبٹ آباد کے علاقے میں وزیراعظم صاحب نے ان نیک لوگوں کے تعاون سے کاروبار سلطنت میں کیا مثبت تبدیلی آئی اور اگر اتنی بڑی مخلص اور نیک اور صالح جماعت کے تعاون سے کوئی تبدیلی نہیں آئی تو ماوشما کے تعاون سے کیا ہو گا ہم تعاون کریں گے بھی تو کیا ہو گا ہمارے پاس ہے ہی کیا کون سی ہمارے پاس کوئی طاقت ہے جس کے تعاون سے ہماری وہ بات سنیں گے ہاں سوائے اس کے کہ ان کی کالک ہم بھی اپنے منہ پر مل لیں گے اس کے علاوہ اس تعاون سے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ میری رائے میں جو میں سمجھتا ہوں جو ناقص عقل اللہ نے مجھے دی ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمیں سب سے زیادہ اپنے آپ کے ساتھ تعاون کرنے کی ضرورت ہے آج کے دور میں ہماری ضرورت یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کے ساتھ تعاون کریں اپنے آپ کو اطاعت الٰہی پہ کاربند کریں اپنے آپ کو احکام الٰہی کا پابند بنائیں اور اپنے آپ کو اس کام پہ لائیں کہ اسلام کی سربلندی کے لئے ہمارا خون بھی کام آ سکے ہماری جان بھی کام آ سکے ہمارا مال بھی کام آ سکے اگر ہم بات کر رہے ہیں تو یہ بات کرنا بھی چھوڑ دیں یہ تعاون نہیں یہ منافقت ہے برائی کے ساتھ تعاون برائی ہے۔ ظلم ہے' ظلم کے ساتھ تعاون ظلم سے بڑا ظلم ہے اور بظاہر تعاون کیا جائے اور دل سے برا مانا جائے تو یہ منافقت ہے' دھوکا ہے اور اس سے کیا فرق پڑے گا کہ اگر ہمارے کہنے سے کوئی تبدیلی نہیں آئے گی تو کیا فرق پڑے گا ہم تبدیلی لانے کے مکلف نہیں ہیں ہم اس بات کے مکلف ہیں کہ اللہ نے جو وسائل ہمیں دیے ہیں جو عقل دی ہے' زبان دی ہے' مال دیا ہے۔ دوست دیے ہیں۔ ہم اپنی ساری کوشش مثبت تبدیلی لانے پہ صرف کر دیں ہم اس بات کے مکلف ہیں تبدیلی آئے یا نہ آئے ہم اس کے مکلف نہیں ہیں یہ اس کا اپنا کام ہے اگر اسے پسند ہے لوگوں کی توبہ قبول ہو گئی تو وہ مثبت تبدیلی کر دے گا اگر اسے لوگوں کو مصیبت میں مبتلا رکھنا منظور ہے اور لوگ اسی برائی میں مرنا چاہتے ہیں تو ہم اس کا کوئی دوسرا بندہ ذمہ دار نہیں ہے لیکن ہم اس بات کے مکلف ہیں کہ روز قیامت ہم سے یہ پرسش ضرور ہو گی کہ تمہیں اپنی ... نہیں تھا اپنی عزت کا تو بڑا خیال تھا خود کو تو بڑا معتبر کہتے تھے پیر صاحب بھی کہلاتے تھے علامہ بھی مانے جاتے تھے اپنے آپ کو معزز بھی شمار کرتے تھے لیکن کیا اللہ کے دین کے لئے کسی عزت کا تصور آپ کے پاس نہیں تھا حق و انصاف کا

کوئی تصور نہیں تھا ظلم کو روکنے کا کوئی تصور نہیں تھا اس میں آپ تعاون کرتے رہے۔ اپنے مفادات اور دنیوی مفادات کے لئے۔

ہاں ایک بات ہے یہ زیادتی ہو گی کہ ہم یہ دعویٰ کریں کہ جی اقتدار ہمیں دے دو یہ بڑی زیادتی کی بات ہے اقتدار اللہ کی امانت ہے وہ چاہتا ہے دیتا ہے مالک ہے۔ خود ملک اس کا اپنا ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔ جسے چاہتا ہے عزت دے دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے رسوا کر دیتا ہے۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ جس کے پاس بھی اقتدار ہے۔ اللہ اسی کو توفیق دے اور وہ حق و انصاف کا نظام رائج کر دے۔ ہم نے تو گزشتہ حکمرانوں کو بھی کہا تھا کہ ہماری رنجش آپ سے نہیں ہے۔ آپ کے اس نظام سے ہے موجودہ کے ساتھ بھی یہی گذارش ہے کہ ہمیں کسی کی ذات سے شکوہ نہیں ہے لیکن جو کچھ ہو رہا ہے یہ ناقابل برداشت ہے اور میں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ لوگوں کی ہمتیں جواب دے رہی ہیں اب ایک ٹیکس میں نئی تجویز آئی ہے کہ جس آدمی کے پاس ٹیلی فون ہے اور گاڑی ہے اور وہ انکم ٹیکس کا گوشوارہ جمع کرائے جس آدمی نے تیس چالیس یا پچاس ہزار کی یا ستر اسی ہزار کی ایک ٹوٹی پھوٹی سوزوکی لے رکھی ہے اگر اس کے گھر پہ ٹیلی فون بھی ہے تو وہ انکم ٹیکس کا گوشوارہ دے یا اس سے بچنے کے لئے اپنا ٹیلی فون کٹوا دے تو غریب کو فرار کے راستے پہ ڈالا جا رہا ہے کہ اگر اس کے پاس ٹیلی فون ہے یا تو ٹیکس دے یا ٹیلی فون کٹوا دے یہ سہولت اس کے پاس کیوں ہے تو یہ کونسا معیار ہے ٹیکس لینے کا کہ جس کے گھر میں ٹیلی فون ہے وہ ٹیکس دے یہ گھر کے اگر دس بندے کماتے ہیں اور انہوں نے ٹوٹی پھوٹی گاڑی لے لی ہے اپنا پیٹ کاٹ کر تو وہ ٹیکس کہاں سے دیں گے یہ کونسا معیار ہے اس کا مطلب ہے کہ غریب آدمی کے پاس ٹوٹی پھوٹی گاڑی کی سہولت بھی نہیں ہونی چاہیے اور ان کو کیا حق ہے کہ وہ بھی ٹیلی فون رکھیں۔ مزے کی بات یہ ہے کہ ہم نے اس ملک کی ایک ڈویژن کی زکواۃ کو Assess کیا اس میں جتنے کارخانے تھے کارخانہ دار تھے، جتنے ہماری معلومات کے مطابق ٹوٹل ان کی آمدن بنتی تھی جتنا رقبہ زیر کاشت تھا اس میں چاول گندم کچھ کماد ہوتا تھا۔ اس کے عشر کا حساب لگایا گیا تو پاکستان کے ایک ڈویژن کی عشر اور زکواۃ کی آمدنی اتنی تھی کہ دفاعی بجٹ کو آپ دس گنا کر سکتے ہیں۔ تعلیمی بجٹ کو آپ دس گنا کر سکتے ہیں۔ صحت کے پروگراموں کو آپ دس گنا کر سکتے ہیں اور یہ سارے اخراجات کرنے کے بعد موجودہ بجٹ سے زیادہ رقم بچ رہتی ہے یعنی وہ پورا ڈیٹا بنا ہوا ہمارے پاس موجود ہے **فائل میں تو ایک ڈویژن کا گوجرانوالہ ڈویژن کا اسیس کیا تھا تو ایک ڈویژن کی عشر و زکواۃ کی آمدنی** جو تھی اس میں جتنا حصہ بجٹ میں اس ڈویژن کا آتا ہے۔ اس سے ہر شعبے میں دس گنا اخراجات بڑھانے کے بعد رقم سرپلس ہو جاتی ہے۔ غیر ملکی قرضے بھی اتارے جا سکتے ہیں۔ اس سرپلس سے یہ دس گنا بڑھا کر اسے اس مد میں دیا جا سکتا ہے اب اگر پورے ملک پہ وہ نظام آ جائے اور پورے ملک کی آمدن جمع ہو۔

لیکن سوال یہ ہے کہ یہ جو اتنے بھاری ٹیکس لگتے ہیں۔

کوئی سہولتیں بھی فراہم کرتے ہیں اس لئے لوگ ٹیکس دیے جا رہے ہیں میں نے امریکہ میں ایک دوست سے کہا یار اچھے سے بستے بچوں کے لئے لے آؤ وہ کہنے لگا جی کوئی بیگ تلاش کر کے چھوٹا سا ہینڈ بیگ قسم کی کوئی چیز لے لیں کیونکہ یہاں امریکہ میں بستے کا تصور نہیں ہے یہاں بستے نہیں بنتے کمال ہے امریکہ میں بستے

نہیں بنتے وہ کہنے لگا جی تعلیم مفت سکول کی گاڑی بچوں کو گھر سے لے جاتی ہے۔ دوپہر کا کھانا سکول کے ذمے' کاپیاں سکول والے دیتے ہیں' کتابیں سکول والے دیتے ہیں۔ پنسلیں سکول والے دیتے ہیں' پڑھاتے ہیں پھر جو ہوم ورک دیتے ہیں تھوڑا سا انہیں چھٹی کا دے کر وقفہ اور اس میں کھیل کود کا اس کے بعد انہیں پھر وہ جو ہوم ورک ہے وہ کراتے ہیں اس کے بعد سکول کی گاڑی بچوں کو گھر آ کر چھوڑ جاتی ہے بچہ گھر سے خالی ہاتھ جاتا ہے۔ گھر خالی ہاتھ آتا ہے۔ صبح پھر آ کر گاڑی لے جاتی ہے اس کی کتابیں سلیٹیں وہاں موجود ہوتی ہیں تو یہاں کوئی بستے کو کیا کرے گا۔ اب اگر وہ لوگ اتنا زیادہ ٹیکس دیتے ہیں تو اس میں سے بہت سا حصہ ان کو واپس بھی آتا ہے بچہ پیدا ہونے سے لے کر اس کا دودھ چھڑانے تک دو اڑھائی سال کے سارے اخراجات اس کی بیماری کے اس کے دودھ کے اس کے علاج کے اس کے سارے گورنمنٹ دیتی ہے اور سرکاری طور پر انہیں دودھ بھی ملتا ہے۔ دوائیں ملتی ہیں یہاں میں نے دیکھا ہے پاکستانی امریکنوں کو کہ وہ چھوٹے بچوں کو لے کر پاکستان مہینے دو مہینے کے لئے لے آئیں تو دو مہینے کی دوائیں دودھ راشن سارا انہیں وہ پیک دے دیتے ہیں وہ یہاں بھی لے آتے ہیں بچوں کے لئے سارا بوجھ حکومت برداشت کرتی ہے۔ ٹیکس بھی لیتی ہے۔ انہیں فائدہ بھی دیتی ہے۔ یہی حال برطانوی حکومت کا ہے۔ بے روزگاری الاؤنس ملتا ہے۔ بیماری کا علاج و معالجے کا ملتا ہے۔ بچوں کی پڑھائی کا بچوں کی تربیت کا سارا ملتا ہے تو وہ ٹیکس بھی لیتے ہیں یہاں جو ٹیکس لیے جاتے ہیں وہ جاتے کہاں ہیں۔

یہاں تو کسی کو علاج معالجے کا تصور ہی نہیں ہے سرکاری ہسپتال میں یہ تصور ہی نہیں ہے کہ کسی کو دوائی ملے گی اول تو ڈاکٹر ہی نہیں ہے اگر ڈاکٹر ہے تو دوائی نہیں ہے۔ دونوں چیزیں وہاں بیک وقت موجود نہیں ہو سکتیں اور مزے کی بات یہ ہے کہ موجود ہو گا۔ میرا ڈرائیور چکوال ڈسٹرکٹ ہسپتال میں گیا اس کی بیوی بیمار تھی انہوں نے کہا اپریشن ہو گا' جھوٹ بولا۔ اس سے بتیس سو روپے کی دوائیں بازار سے لانے کو کہا اور جب وہ سب دوائیں لے کر آیا اپریشن کی ضرورت نہیں تھی کہا نہیں ٹھیک ہے مریض پھر فارغ ہو گئے جاؤ لے جاؤ جو پیسے دیے وہ الگ اور بتیس سو روپے کی دوائیں بھی رکھ لیں اس غریب کو اب اس کی پچیس سو روپیہ تنخواہ ہے تو بتیس سو روپے کی دوائیں تو ہسپتال والوں نے لے لیں تو یہ سرکاری ہسپتال ہے علاج کروانے کے لئے بیوی کو لے گیا۔ تو جب اس ملک میں ٹیکس لگتے ہیں تو وہ کہاں جاتے ہیں حکمرانوں کی عیاشی کے کام آتے ہیں۔ میلوں' ٹھیلوں کے کام آتے ہیں۔ کروڑوں اربوں روپے یہ کھاتے پیتے ہیں۔ یہ عیش کرتے ہیں۔ بے نظیر اور آصف زرداری بدمعاش تھے وہ پولو کھیلتے تھے۔ گراؤنڈ بنایا ہوا تھا یہ شریف لوگ ہیں۔ انہوں نے اس گراؤنڈ کو کرکٹ گراؤنڈ بنا دیا نیک لوگ ہیں' اچھے لوگ ہیں تو اب وزیراعظم صاحب کرکٹ کھیلتے ہیں۔ اس گراؤنڈ میں پچ بن گئی وہ کہہ رہے تھے میں نے ساٹھ ہزار خرچ کر کے اپنی جیب سے بنوائی ہے۔ ساٹھ ہزار پچ پر تو آپ نے لگایا جو اسلام آباد میں کروڑوں روپے کی جگہ ہے جس پر وہ گراؤنڈ بنا ہوا ہے وہ کس کے ہیں وہ تو اسی غریب قوم کا

خون ہے اور جو ساٹھ ہزار آپ نے کمائے آپ نے کہاں سے کمایا اس غریب قوم کا خون ہے جس پر اتفاق فونڈری بھی چل رہی ہے۔ انہی سادہ لوح لوگوں کی کمائی ہے۔ انہی کی مزدوری ہے۔ انہی کی محنت ہے۔ جو ایک وقت کے کھانے کو ترستے ہیں جو ایک گولی اسپرو کو ترستے ہوئے مرجاتے ہیں۔ جن کے بچے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرجاتے ہیں جن کے بوڑھے والدین اس حال میں مرتے ہیں کہ ان کی آنکھیں حیرت سے کھلی رہ جاتی ہیں ان کے لئے تو کچھ نہیں ہے۔

تو میرے خیال میں ظالم کے ساتھ تعاون یہ ہے کہ اسے ظلم سے روکا جائے اس کے ظلم میں معاون بننے کی بجائے اسے ظلم سے روکنا اس کے ساتھ ہمدردی ہے۔ اس کے ساتھ تعاون ہے اور ہمیں ضرورت ہے ہم اپنے آپ کے ساتھ تعاون کریں اپنے حقوق کا احساس کریں اسلام تو دوسروں کے حقوق کے تحفظ کا نام ہے کنتم خیر امتہ اخرجت للناس دوسروں کے لئے زندہ رہنا مسلمانی ہے اس کی زندگی دوسروں کے کام آئے دوسروں کا دکھ درد بانٹے دوسروں پر ظلم ہونے سے ظلم کو روکے۔ دوسروں پر ہونے والے مظالم کا دروازہ بند کرے اور اللہ کی مخلوق کو فرعونوں سے باطل معبودوں سے اور ظالموں سے نجات دلانے کے کام آئے تو میرے بھائی ہم اپنے آپ کے ساتھ تعاون کریں خود کو اس قابل کریں۔ دنیا میں سب سے زیادہ خطرناک ہتھیار انسانی دماغ ہے۔ سب سے زیادہ خطرناک ہتھیار ایٹم بم' ہائیڈروجن بم' دوسرے آلات اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس ہتھیار کو استعمال کرنا بھی آتا ہو اس کے استعمال کی دو ہی درس گاہیں ہیں جو یہ اس کا استعمال سکھاتی ہیں ایک ہے دین برحق اللہ کی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی درس گاہ جو اسے مطمئن کرتی ہے۔ اسے ہمت دلاتی ہے۔ اللہ سے آشنا کرتی ہے۔ اسے دل کا نقیب بناتی ہے اور اسے اس کا استعمال سکھاتی ہے اور ایسا سکھاتی ہے کہ مٹھی بھر صحرا نشینوں نے صحرائی خیموں سے اٹھ کر روئے زمین کو ہلا کر رکھ دیا' مسخر کیا اور باطل نظاموں کو مٹا کر وہاں دین حق کا نظام رائج کر کے دکھایا۔ آج کوئی بھی اسلام نافذ کرے تو وہ اتباع کرے گا نقل کرے گا لیکن قربان جایئے اللہ کے اس حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ جب کوئی اسلام کو جانتا نہیں تھا دنیائے کفر کی ساری طاقت کو کچل کر حق و انصاف کا بول بالا کر دیا اور اسلام سکھایا بھی پڑھایا بھی سمجھایا بھی منوایا بھی اور نافذ کر کے بھی دنیا کو بتلا دیا۔ سب سے بڑا معجزہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ کی کتاب اور بہت ہی بڑا معجزہ ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کتاب کا نفاذ' تاریخ گواہ ہے کہ کافروں کو بھی اگر دنیا میں کبھی انصاف نصیب ہوا تو اسلام کے زیرنگیں آ کر چونکہ اسلام سے باہر انصاف کا تصور ہی نہیں ہے۔ آج جب ہم تعاون کی بات کرتے ہیں تو پیچھے پتہ ہے ہماری سوچ کیا ہے۔ اس کے پیچھے ہمارا شعور یہ ہوتا ہے کہ اسلام نافذ تو ہو نہیں سکتا لہٰذا بے دینوں سے ہی تھوڑا سا تعاون کیا جائے اور جو کچھ تھوڑا بہت بھلا کام ہو سکتا ہے وہ تو کیا جائے خواہش نیک سہی لیکن مجھے اس سے اتفاق نہیں تھوڑے کا وقت گزر چکا۔ ہمارا مطالبہ تھوڑے اچھے کا نہیں ہے۔ ہمارا مطالبہ اول و آخر دین کے نفاذ کا ہے۔ ملک مسلمانوں کا ہے اور اس پر حکومت بھی اسلام کی اللہ کی اللہ کے دین کی ہونا چاہیے۔ ہم اس پر کسی سمجھوتے کیلئے کوئی گنجائش نہیں سمجھتے اور اس میں کوئی

سمجھوتے کی گنجائش ہے نہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ ہماری حکومت ہو تو ظلم ہو گا یہ کہا جائے کہ فلاں کی حکومت ہو تو زیادتی ہو گی۔ اللہ کی حکومت ہو اللہ کے دین کی حکومت ہو۔ حق و انصاف کی حکومت ہو یہ کروڑوں لوگ کسی کو بادشاہ بنانے کے لئے جانیں نہ دیتے یہ کروڑوں لوگ کسی ایک آدمی کو سلطان بنانے کے لئے بے گھر نہ ہوتے یہ ملک تقسیم نہ ہوتا اگر لوگوں کو اسلام کے نفاذ کا وعدہ نہ دیا جاتا۔ تو کتنی زیادتی کی بات ہے کہ اب نصف صدی بعد بھی وہ بات وہیں کی وہیں رہے۔ اب ایسا نہیں ہونا چاہئے بلکہ اللہ کریم ہمیں توفیق دے ہم تعاون کریں۔ اللہ کے دین کے ساتھ نیکی کے ساتھ حق کے ساتھ بھلائی کے ساتھ' اچھائی کے ساتھ۔ وگرنہ ہمارے حکمران اس ملک کو خانہ جنگی کی طرف دھکیل رہے ہیں۔

اقتدار اللہ کی امانت ہے وہ چاہتا ہے دیتا ہے مالک ہے۔ خود ملک اس کا اپنا ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔ جسے چاہتا ہے عزت دے دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے رسوا کر دیتا ہے۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ جس کے پاس بھی اقتدار ہے۔ اللہ اسی کو توفیق دے اور وہ حق و انصاف کا نظام رائج کر دے۔

اور یاد رکھیے! خانہ جنگی اللہ کا عذاب ہوتا ہے خانہ جنگی اور آپس کی لڑائی ایک دوسرے کو قتل کرنا یہ خدائی عذاب کی صورتیں ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس ملک میں کوئی فرقہ وارانہ تشدد ہو رہا ہے۔ یہ فرقے سارے یہیں تھے۔ حکومت کافر کی تھی۔ انگریز کی تھی' شیعہ بھی تھے' سنی بھی تھے' دیوبندی بھی تھے' بریلوی بھی تھے۔ اہل حدیث بھی تھے۔ سارے لوگ ہندو بھی تھے سکھ بھی تھے۔ ہر مذہب کے لوگ تھے اور اکٹھے مل جل کر دیہات میں رہتے تھے۔ اپنی اپنی باتیں کرتے تھے۔ اپنا اپنا کام کرتے تھے۔ اس لئے کہ وہ حکومت نہیں چاہتی تھی کہ یہ آپس میں لڑیں۔ اب بہت سے فرقے جو ہندو سکھ تھے وہ تو نکل ہی گئے جو دوچار مسلمانوں کے فرقے بنے تھے وہ آپس میں کیوں قتل و غارت کر رہے ہیں۔ اس لئے کہ حکومت چاہتی ہے کہ یہ لڑتے رہیں۔ بڑی سادہ سی بات ہے اگر فرقوں نے فرقوں کی بنیاد پر لڑنا ہوتا تو انگریز کے زمانے میں بھی لڑا کرتے ہندو مسلمان تک لڑنے کی نوبت نہیں آتی تھی۔ اگر کہیں چھوٹی موٹی بات ہوتی تو وہ عدالتوں میں کھینچ کھینچ کر اس کا بھرکس نکال دیتے۔ اس لئے نہیں کہ انگریز کو لوگوں سے ہمدردی تھی وہ اپنی حکومت کی بقاء کے لئے امن چاہتا تھا اور یہ اپنی حکومت کی بقاء کے لئے بدامنی چاہتے ہیں۔ انگریز نے بزور حکومت کی تھی اور یہ فریب سے کر رہے ہیں اس کے پاس اپنی طاقت تھی وہ کچل دیتا تھا ان کے پاس طاقت نہیں ہے۔ ملمع سازی ہے۔ جھوٹ بول کر حکومت کر رہے ہیں۔ لوگ آپس میں لڑنا چھوڑ دیں تو حکمرانوں کی نیندیں حرام کر دیں تو کوئی فرقہ وارانہ تشدد نہیں ہے بلکہ ان کی سیاست کا تقاضا یہ ہے کہ لوگ آپس میں لڑتے

پرسش

ایک عورت کے ساتھ چار مرد دوزخ میں جائیں گے۔ سب سے پہلے باپ سے پرسش ہو گی کہ تیرے گھر میں پلی تھی تو نے اسے دین سکھایا۔ پھر خاوند سے پوچھ ہو گی کہ تیرے گھر میں اس نے عمر بسر کی تو نے اسے دین سکھایا؟ پھر اولاد کی باری آجائے گی کہ جب تیری ماں تھی تو نے اسے اللہ کی طرف متوجہ کیا اگر نہیں کیا تو چاروں اس کے ساتھ جاؤ۔

(مولانا محمد اکرم مدظلہ)

رہیں اور یاد رکھیے۔

اللہ کا دین اللہ کی حکمرانی قائم کرنے کا نام ہے۔ ذاتی طور پر جو نماز روزہ نصیب ہے ہمیں اللہ کریم سب کو نصیب فرمائے۔ وہ ذاتی معاملہ ہے اور نماز اور روزہ اور عبادت کا حاصل یہ ہے کہ اس سے قرب الٰہی نصیب ہو عظمت الٰہی آشکارہ ہو معرفت الٰہی نصیب ہو اور جتنی کسی کو اللہ کی معرفت نصیب ہو اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ پھر حکومت الٰہی کے لئے میدان میں آئے اگر وہ اللہ کی عظمت کو پہچانتا ہے تو اس کو منوانے کے لئے میدان عمل آئے یہ حاصل ہے تمام عبادات کا بھی۔ اللہ کریم ہمیں اس کا شعور بھی دے توفیق بھی دے ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرمائے اور ہمیں تعاون کی توفیق دے جہاں جہاں اس کی رضا ہے اور جرات کے ساتھ انکار کرنے کی توفیق دے جو کوئی اس کی نافرمانی کر رہا ہو اس کے ساتھ ملنے اور تعاون کرنے سے اللہ کریم اس ملک پر دین حق کی حکمرانی قائم فرمائے اور جی یہ چاہتا ہے کہ ہم بھی یہ رونق دیکھ کر دنیا سے گزر جائیں۔

ضلعی صدور الاخوان سے گذارش

حضرت مدظلہ کی تقاریر کی آڈیو ریکارڈنگ (دارالعرفان منارہ اور لاہور کے علاوہ) جو ناظم اعلیٰ تک پہنچتی ہے بعض اوقات ماسٹر کاپی نہیں ہوتی اور ریکارڈنگ غیر معیاری ہوتی ہے۔ تمام ضلعی صدور الاخوان سے گذارش ہے کہ نشرواشاعت کے ذمہ دار احباب حضرت مدظلہ کی تقاریر کی معیاری ریکارڈنگ کو یقینی بنائیں اور ہر تقریر کی ماسٹر کاپی جتنی جلدی ہو سکے ناظم اعلیٰ تک پہنچائیں تاکہ حضرت مدظلہ کی آواز اچھی کوالٹی میں عوام الناس تک پہنچائی جائے۔

شکریہ

مشورہ اور معلومات کے لئے
مرکزی آڈیو کیسٹ لائبریری
لاہور سے رابطہ کریں
فون نمبر ۵۱۸۲۵۵۰

کیسٹ ارسال کرنے کا پتہ:
کرنل مطلوب حسین
اویسیہ سوسائٹی
کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور

مرکزی آڈیو کیسٹ لائبریری سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ و تنظیم الاخوان